ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر نگرانی و سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۹ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

ہدیہ چار آنے

هفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۵ | جمعۃ المبارک مورخہ ۳۰ رجب المرجب سنہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۹ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء | شمارہ ۴۰ ۴۱

نظامِ تعلیم میں اہم تبدیلیاں

ہمارے ملک میں اس وقت جو نظامِ تعلیم رائج ہے۔ وہ انگریز کا جاری کردہ ہے۔ انگریز چونکہ غیر ملکی تھا۔ اس لیئے اس کو ضرورت نہ تھی کہ ہمارے بچوں کو ایسی تعلیم دیتا جو انکی ذاتی صلاحیتوں کو اجاگر کرتی اور ان میں قومی کردار پیدا کرتی وہ تو چاہتا تھا کہ اسکی حکومت کی مشینری کو چلانے کے لئے کل پرزے تیار کیئے جائیں۔ اس فرسودہ نظامِ تعلیم نے یہ مقصد جس خوبی سے پورا کیا۔ اس سے کوئی تعلیم یافتہ پاکستانی بے خبر نہیں ہے۔

آزادی کے بعد چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ موجودہ نظام کو بدل کر یہاں ایک ایسا نظامِ تعلیم رائج کیا جاتا جو ہمارے قومی تقاضوں کو پورا کر سکتا۔ لیکن ہماری بدقسمتی سے یہاں گیارہ سال تک ایسے لوگ برسرِ اقتدار رہے جن کو ہر وقت اپنی کرسیوں کی فکر دامنگیر رہتی تھی۔ ملک و قوم کی فلاح و بہبود ان کے پیشِ نظر نہ تھی۔

ہمارے ملک میں ۸ر اکتوبر سنہ ۱۹۵۸ء کو فوجی انقلاب برپا ہوا۔ اس کے چند روز بعد موجودہ انقلابی حکومت برسرِ اقتدار آئی۔ اس نے برسرِ اقتدار آتے ہی ملک میں اصلاحات نافذ کرنے کے لیئے کئی کمیشن قائم کر دیئے۔ ان میں سے ایک تعلیمی کمیشن بھی تھا جو دسمبر سنہ ۱۹۵۸ء میں قائم کیا گیا۔ یہ صدر سمیت دس ارکان پر مشتمل تھا۔ کمیشن نے ۲۳۰ سوالات پر مشتمل ایک جامع سوالنامہ جاری کیا۔ اس نے ملک کے دونوں حصوں کا دورہ کیا۔ لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور تعلیمی اداروں کا معائنہ کیا اس نے تقریباً ۹ ماہ میں اپنا کام ختم کرکے ۲۶ر اگست سنہ ۱۹۵۹ء کو اپنی رپورٹ صدرِ مملکت کی خدمت میں پیش کر دی۔ یہ رپورٹ ۳۵۰ صفحات اور ۲۷ ابواب پر مشتمل ہے۔ اسس پر غور و خوض کرنے کے لئے صدر محترم نے اپنی کابینہ کی ایک کمیٹی مقرر کر دی۔ اس کمیٹی نے دونوں صوبائی گورنروں کی معیت میں رپورٹ پر تقریباً چار ماہ تک غور و خوض کیا۔ اسس عرصہ میں رپورٹ کو صیغۂ راز میں رکھا گیا۔ لیکن اس کا ذکر گاہے بگاہے صدر محترم وزیر تعلیم اور بعض بڑے بڑے افسروں کی تقریروں میں آتا رہتا تھا۔ اب اس رپورٹ کو شائع کر دیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی حکومت کے فیصلہ جات کا بھی اعلان کر دیا گیا ہے۔

مرکزی کابینہ نے اپنی قرارداد میں پاکستان کے تعلیمی مسائل کے بارے میں ایک جامع اور حقیقت پسندانہ رپورٹ مرتب کرنے پر تعلیمی کمیشن کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ اگرچہ کمیشن کی بعض سفارشات سے ہم متفق نہیں ہیں۔ لیکن اس اختلاف کے باوجود حکومت کی اس قرارداد کی تائید نہ کرنا کمیشن کے ساتھ ناانصافی ہوگی اس لئے ہم اس قرارداد کی پُرزور تائید کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں حکومت اور کمیشن دونوں مبارکباد کے مستحق ہیں۔

تعلیمی کمیشن کی سفارشات پر حکومت نے جو فیصلہ جات صادر کئے ہیں۔ ہماری نظر میں سب سے زیادہ اہم وہ فیصلہ ہے۔ جسکی رو سے آٹھویں جماعت تک مذہبی تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ ہماری رائے میں مذہبی تعلیم کو بی اے تک لازمی کرنا چاہیئے تھا۔ اسے آٹھویں جماعت تک محدود کر دینا اس سے ناانصافی ہے۔ اس سلسلہ میں حکومت اسلامی تعلیمات کا ایک انسٹی ٹیوٹ قائم کرے گی۔ مذہبی تعلیم کی اہمیت کے بارے میں ہم اپنے خیالات کا اظہار کئی بار کر چکے ہیں۔ ہماری رائے میں مذہب ہی انسان کو صحیح معنوں میں انسان بناتا ہے مذہب سے ناآشنا انسان سب کچھ ہوگا۔ مگر انسان نہ ہوگا۔ ہمیں یقین ہے کہ مذہبی تعلیم سے آراستہ ہو کر ہماری آئندہ نسل بلند کردار کی حامل ہوگی۔ جس سے ہمارے ملک کی شہرت کو چار چاند لگ جائیں گے۔ اس سلسلہ میں ہم یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس وقت قومی اداروں کے زیرِ اہتمام جتنے اسکول اور کالج چل رہے ہیں۔ ان سب میں بظاہر مذہبی تعلیم لازمی ہے۔ لیکن مذہبی تعلیم کا جو مذاق ان اسکولوں اور کالجوں میں اڑایا جا رہا ہے۔ وہ بیحد افسوسناک ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ مذہبی تعلیم کے متعلق اپنے فیصلہ کو اس مذاق سے بچانے کے لئے پہلے ہی مناسب تدابیر اختیار کرے۔

حکومت کا دوسرا اہم فیصلہ اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں فوجی تربیت کے متعلق ہے اس مقصد کے لیئے حکومت نیشنل کیڈٹ کور قائم کرے گی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اور ان سے لڑنے کیلئے جو کچھ (سپاہیانہ) قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جمع کر سکو۔ سو تیار رکھو"۔ اس ارشاد خداوندی کے ماتحت فوجی تربیت حاصل کرنا ہر عاقل بالغ مسلمان مرد کے لئے فرض ہے۔ انگریز کے دورِ حکومت میں تو مسلمان اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کرنے سے معذور تھا۔ تقسیم کے بعد یہ حکومت پاکستان کا فرض تھا کہ وہ ہر نوجوان کو عسکری تربیت دیتی لیکن سابقہ حکومتوں نے بارہ سال تک اسس فرض کی ادائیگی میں تغافل برتا۔ الحمدللہ ہماری موجودہ حکومت کو اللہ تعالےٰ نے جلد ہی اس کوتاہی کا احساس عطا فرمایا اور اس کی تلافی کی بھی توفیق مرحمت فرمائی۔

آخر میں ہم تعلیمی کمیشن کی سفارشات اور حکومت کے فیصلہ جات کا ایک بار پھر خیر مقدم کرتے ہوئے حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ جلد از جلد اپنے فیصلہ جات کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرے +

حضرت مولانا احمد علی صاحب

اتوار۔ مورخہ ۱۷ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء کی صبح کو ہسپتال سے گھر تشریف لے آئے تھے۔ خیال تھا کہ شائد ہسپتال سے تشریف لانے کے بعد آپ اپنے معمولات میں مصروف ہو سکیں گے اس لئے گزشتہ شمارہ میں یہی اعلان کر دیا گیا تھا۔ جسکے غلط ہو جانے کا ہمیں بیحد افسوس ہے۔ گھر تشریف لانیکے بعد انتہائی کمزوری کے باعث اور ڈاکٹروں کے مشورہ کے پیشِ نظر آپ چند روز تک مسجد میں بھی تشریف نہ لا سکے۔ الحمدللہ مورخہ ۲۲ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء کو نماز جمعہ آپ نے مسجد میں ادا فرمائی۔ نہ تقریر فرما سکے اور نہ نماز جمعہ پڑھا سکے۔ البتہ خدام کو زیارت اور مصافحہ کا موقعہ مل گیا۔ چونکہ ابھی تک آپ کی طبیعت بہت کمزور ہے اس لیئے شاید چند روز اور نہ درسِ قرآن دے سکیں اور نہ خطبہ جمعہ۔

باقی صفحہ ۲۰ پر

خطبہ یوم الجمعۃ ۲۳ رجب المرجب ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۲ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ

سورۃ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں کئی طرح کی عبرتیں نصیحتیں ہیں

کیونکہ

اس سورۃ کے اخیر میں خود اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے (لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ) سورہ یوسف ع ۱۲۔ پ ۱۳۔ ترجمہ۔ البتہ تحقیق اُن کے قصّہ میں عقلمندوں کے لئے عبرت (نصیحت) ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

یعنی یہ کوئی افسانہ یا ناول نہیں۔ تاریخی حقائق ہیں جن سے عقلمندوں کو سبق لینا چاہیئے

اس اعلان الٰہی

کی بنا پر مسلمانوں کو بالعموم اور علماء کرام کو بالخصوص سوچنا چاہیئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں ہمارے لئے کون کون سی عبرتیں (نصیحتیں) ہیں اسی نقطۂ نگاہ سے آج برادران اسلام کی خدمت میں اپنی سمجھ کے مطابق کچھ نصائح عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ جس کے لئے چاہے اسے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما دیتا ہے۔

پہلی

اللہ تعالےٰ بعض اوقات اپنے مقبول بندوں کو ان کے آئندہ پیش آنے والے حالات کے متعلق بذریعہ خواب اطلاع دے دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ کے خواب کی تعبیر حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی فرمائی ہے کہ بیٹا آئندہ چل کر تمہیں اللہ تعالےٰ اپنے دادا (اسحٰق علیہ السلام) اور پڑدادا (ابراہیمؑ) والی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔

ان تحریر کردہ سطور کا ثبوت ملاحظہ ہو

حضرت یوسف علیہ السّلام کا خواب

(اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ۝) (سورہ یوسف رکوع ۱ پ ۱۲۔ ترجمہ۔ جب یوسفؑ نے اپنے باپ سے کہا۔ اے میرے باپ بیشک میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السّلام کی تعبیر

(وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ط اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝) سورۃ یوسف رکوع ۱ پ ۱۲ ۔ ترجمہ۔ اور اسی طرح تیرا رب تجھ کو برگزیدہ کریگا۔ اور تجھ کو باتوں کے ٹھکانے پر لگانا سکھلائے گا۔ اور اپنا انعام تجھ پر اور یعقوبؑ کے گھر پر پورا کریگا جیسا تیرے دو باپ دادوں پر اس سے پہلے ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ پر پورا کیا ہے بے شک تیرا رب جاننے والا حکمت والا ہے۔

اس خواب کی عملی تعبیر سورۃ یوسف کے رکوع ۱۱ میں

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ط وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ج وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ط وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ط اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ط اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ (سورۃ یوسف ع ۱۱۔ پ ۱۳۔ ترجمہ پھر جب یوسف علیہ السلام پر داخل ہوئے۔ اپنے پاس اپنے ماں باپ کو جگہ دی اور کہا مصر میں داخل ہو۔ اللہ نے چاہا تو (مصر میں) امن سے رہنے والے ہوں گے اور اپنے ماں باپ کو تخت پر اونچا بٹھایا اور اس کے سامنے سب سجدہ میں گرے اور کہا اے باپ کہ یہ میرے اس پہلے خواب کی تعبیر ہے۔ اس کو میرے رب نے سچ کر دکھایا اور اس نے مجھ پر احسان کیا۔ جب مجھے قید خانہ سے نکالا اور تمہیں گاؤں سے لے آیا۔ اس کے بعد کہ شیطان مجھ میں اور میرے بھائیوں میں جھگڑا ڈال چکا تھا۔ میرا رب جو کرنا چاہتا ہے تدبیر سے کرتا ہے۔ بیشک وہی خبردار حکمت والا ہے۔

خواب کی تعبیر

ہر شخص نہیں کر سکتا۔ یہ بھی ایک خاص قسم کا ملکہ ہوتا ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ چاہتا ہے۔ عطا فرماتا ہے۔ میرے احباب جب کبھی اپنے خوابوں کی تعبیر مجھ سے دریافت کرتے ہیں۔ میں صاف طور پر کہہ دیتا ہوں کہ بھائی مجھے یہ فن نہیں آتا۔

میرے بیان کی تائید

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ خوشخبری سنائی ہے (وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ) اس فقرے کا ترجمہ ابھی اوپر لکھا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خوابوں کی تعبیر کا علم بھی اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ ان حضرات میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام بھی تھے۔

شیخ الاسلامؒ کے حواشی

مذکورۃ الصدر آیت پر حضرت مولانا

شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی مزید وضاحت کے لیئے پیش کیئے جاتے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں "یعنی جس طرح ایسا اچھا خواب دکھلایا۔ اسی طرح محض جاذبۂ رحمت سے اپنی بارگاہ قرب میں تجھ کو خصوصی مقام عطا فرمائے گا۔ چنانچہ نبوت عطا فرمائی۔ اور طرح طرح کی ظاہری اور باطنی نوازشیں کیں۔ مثلاً تعبیر رؤیا۔ مثلاً خواب سن کر اس کے اجزاء کو ذہانت اور فراست سے ٹھکانے پر لگا دینا۔ یا ہر بات کے موقعہ و محل کو سمجھنا اور معاملات کے عواقب و نتائج کو فوراً پرکھ لینا۔ یا خدا اور پیغمبروں کے ارشادات اقوام و امم کے قصص اور کتب منزلہ کے مضامین کی تہ تک پہنچ جانا یہ سب چیزیں "تاویل الاحادیث" کے تحت میں مندرج ہو سکتی ہیں (اور) اُخروی نعمتوں کے ساتھ دنیوی نعمتیں عطا فرمائے گا۔ نبوّت کے ساتھ بادشاہت میں حصّہ دیگا۔ اور شدائد و محن سے نجات دے کر خوشحالی و فراغ بالی کی زندگی نصیب کرے گا۔ یعقوبؑ کے گھرانے کو دنیوی مکروہات اور مادی تکلیفوں سے رہائی دے گا۔ اور آئندہ ان کی نسل سے بڑے بڑے پیغمبر اور بادشاہ پیدا کرے گا۔ اور حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے تواضعاً اپنا نام نہیں لیا۔ اپنے والد اسحاقؑ اور انکے والد حضرت ابراہیمؑ کا ذکر فرمایا۔ حضرت ابراہیمؑ کو خدا نے اپنا خلیل اور نبی بنایا۔ ان کے دشمن نمرود کو ہلاک کیا۔ آگ کے شعلوں کو ان کے لئے گلزار بنا دیا۔ حضرت اسحاق (علیہ السلام) کو نبوّت عطا کی۔ پھر ان کے صلب سے حضرت یعقوب (علیہ السلام) جیسا نبی پیدا کیا۔ جس سے تمام انبیائے بنی اسرائیل کا سلسلہ چلا۔ حدیث صحیح میں ہے۔ الکریم بن الکریم بن الکریم بن الکریم۔ یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم۔ (تنبیہ) حضرت یعقوبؑ نے جو پیش گوئی کی اس کا کچھ حصہ تو غالباً حضرت یوسفؑ کے خواب سے سمجھے۔ اور اس سے کہ اتنی چھوٹی عمر میں ایسا موزوں و مبارک خواب دیکھا اور کچھ حضرت یوسفؑ کے خصائل و شمائل سے یا وحی الٰہی کے ذریعہ سے مطلع ہوئے ہوں گے۔

دوسری (عبرت)

اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْہُ اَحَبُّ اِلٰٓی اَبِیْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَۃٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِۣ ۚ اقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْہُ اَرْضًا یَّخْلُ لَکُمْ وَجْہُ اَبِیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِہٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ ۝) سورہ یوسف ع ۲- پ ۱۲-

ترجمہ۔ جب انہوں نے (بھائیوں نے) کہا۔ البتہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارا ہے۔ حالانکہ ہم ان سے زیادہ قوت والے ہیں۔ بیشک ہمارا باپ صریح غلطی میں ہے

اللہ تعالےٰ اپنے تجویز کردہ کام کو

دنیا کے سلسلہ اسباب کے ذریعہ سے پورا کیا کرتا ہے۔ چنانچہ یہی چیز جو میں نے عرض کی ہے۔ حضرت مولانا الشاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں نہایت وضاحت سے بیان فرمائی ہے۔ اہل علم حضرات بآسانی اس میں دیکھ سکتے ہیں۔

مذکورۃ الصدر آیات

میں اسی قاعدہ پر عمل ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی میں یہ عبارت ملاحظہ ہو۔ "اور اخروی نعمتوں کے ساتھ دنیوی نعمتیں عطا فرمائے گا۔ نبوت کے ساتھ بادشاہت میں حصّہ دے گا۔ اور شدائد و محن سے نجات دے کر خوشحالی و فراغ بالی کی زندگی نصیب کرے گا۔

پہلے شدائد و محن

یعنی بہت زیادہ سخت مصیبتوں کا دور آئے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ ایسی سرفرازی عطا فرمائے گا کہ بادشاہت میں بھی حصہ مل جائے گا۔

چونکہ

سرزمین شام میں تو کوئی بادشاہی نہیں ہے۔ جس میں حضرت یوسفؑ کو حصہ مل سکے اور شام سے قریب تر بادشاہی مصر کی ہے۔ اب اللہ تعالےٰ حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں پہنچا کر وہاں کی بادشاہت میں حصّہ دار بنانا چاہتے ہیں۔ اب مصر میں پہنچانے کی تدبیر یہ ہوتی ہے کہ (حضرت الشاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے قاعدہ کے مطابق) سوتیلے بھائیوں کے دلوں میں حسد ڈال کر حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے باپ سے جدا کرایا جاتا ہے۔ اگر اور کوئی اجنبی شخص حضرت یوسف علیہ السلام کو اکیلا علیحدہ لے جانے کی درخواست کرتا۔ تو شاید یہ کبھی نہ مانتے۔ اب یوسفؑ کے بھائی اپنے چھوٹے بھائی کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ اب یہ فطرتی چیز ہے کہ باپ ان دس بیٹوں کی درخواست کو شفقت پدری کے لحاظ سے ماننے کے لئے مجبور ہو گیا ہے۔

بھائیوں کی درخواست ملاحظہ ہو

(قَالُوْا یٰٓاَبَانَا مَا لَکَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ وَ اِنَّا لَہٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝ اَرْسِلْہُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَیَلْعَبْ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝) یوسف ع ۲- پ ۱۲

ترجمہ۔ انہوں نے کہا اے ہمارے باپ کیا بات ہے کہ تو یوسف کے متعلق ہمارا اعتبار نہیں کرتا اور ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔ کل کو اسے ہمارے ساتھ بھیج تاکہ خوب کھائے اور کھیلے اور البتہ ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف سے ایک خطرہ کا پیش کرنا

(قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْہَبُوْا بِہٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَہُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْہُ غٰفِلُوْنَ ۝) سورہ یوسف ع ۲ پ ۱۲) فرمایا۔ مجھ کو اس بات کا غم ہے۔ کہ تم اس کو لے جاؤ اور اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے غافل ہی رہو۔ (یعنی تمہیں پتہ بھی نہ لگے اور بھیڑیا اسے ہڑپ کر جائے)

بیٹوں پر شفقت نے باپ کو مجبور کر دیا

قَالُوْا لَئِنْ اَکَلَہُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَۃٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝) سورہ یوسف ع ۲- پ ۱۲- ترجمہ- انہوں نے کہا کہ اگر اس کو بھیڑیا کھا گیا اور ہم ایک طاقتور جماعت ہیں (ایسی صورت میں) بیشک ہم البتہ نقصان اٹھانیوالے ہونگے (یعنی یہ ناممکن ہے کہ ہم دس جوانوں کی جماعت کے ہوتے ہوئے بھیڑیا یوسفؑ

کو کھا جائے، بالآخر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے دس بیٹوں کے ساتھ حضرت یوسفؑ کو جنگل میں بھیجنا منظور فرما لیا۔ (حضرت شاہ صاحب کے اصول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر کو اپنی حسن تدبیر سے کامیاب فرما ہی لیا۔

تیسری عبرت

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم تھے۔ ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ جسکو چاہے گناہوں سے معصوم رکھ سکتا ہے ورنہ پیغمبر زادوں کا بھی خطاؤں سے معصوم ہونا ضروری نہیں ہے

اس کی شہادت ملاحظہ ہو

کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ایک غلط بات بناکر باپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں

(وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝) سورہ یوسف ع ۲۔ پ ۱۲۔ ترجمہ۔ اور اپنے باپ کے پاس اندھیرا پڑے روتے ہوئے آئے (آ کر) کہا۔ اے ہمارے باپ ہم ایک دوسرے سے آگے نکلنے کو دوڑنے لگے اور ہم نے یوسفؑ کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑا۔ پھر اس کو بھیڑیا کھا گیا اور تو ہمارے کہنے پر یقین تو نہیں کرے گا (کیونکہ ان کے دل میں خود چور ہے کہ یہ ایک غلط بات کہہ رہے ہیں۔ اور اس کے کرتے پر لہو لگا کر) ایک غلط بات بنا کر لائے (یعقوب علیہ السلام نے) فرمایا (یہ ہرگز نہیں ہو سکتا) بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہیں بنا دی ہے۔ اب صبر ہی بہتر ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔ اس بات پر جو تم ظاہر کرتے ہو۔

میرا تجویز کردہ عنوان ثابت ہو گیا

سطور بالا کو غور سے پڑھیئے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے ایک من گھڑت قصہ بنا کر اپنے والد ماجد کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جن میں ان سے دو خطائیں ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے اور دوسری یہ کہ یوسف علیہ السلام کے کرتے پر کسی ذبح شدہ جانور کا خون لگا کر لائے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ یہ یوسفؑ کا خون ہے

سنتے ہی رد کر دیا

حضرت یعقوبؑ نے ان کا بیان سنتے ہی رد کر دیا اور فرمایا کہ تمہارے دلوں نے تمہیں ایک بات بنا دی ہے۔ ورنہ اصلیت یہ نہیں ہے۔ واقعہ بھی یہی ہو سکتا ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سن کر اس کی تعبیر عجیب فرما چکے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دربار الٰہی میں فلاں فلاں عزت کے مقام نصیب ہوں گے تو وہ اس بناوٹی قصے کو کیسے مان سکتے ہیں

چوتھی عبرت

اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر پوری کرنے کیلئے اسباب خود مہیا کر لیتا ہے مثلاً

اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں ایک شخص کی موت اس طرح پر مقدر ہے کہ اونٹ سے گر کر مرے گا حالانکہ یہ شخص کسی بہت بڑے شہر میں رہنے والا ہے جہاں آمد و رفت یا تانگے پر ہوتی ہے یا موٹر پر یا ریل گاڑی پر۔ اب دیکھئے کہ تقدیر الٰہی غالب آتی ہے۔ وہ شخص کسی کام کیلئے اپنے شہر سے دور کسی شہر کی طرف جاتا ہے۔ جب اسٹیشن سے اترتا ہے تو اسٹیشن سے اس شہر تک جانے کے لئے (جو پانچ میل پر ہے) اونٹ ہی کی سواری ملتی ہے۔ اب وہ ناچار ہو کر اونٹ پر سوار ہوتا ہے۔ راستہ میں اونٹ جا رہا تھا کہ آگے سے کوئی برات آ رہی تھی تو برات والوں نے اپنے شوق سے ڈھول بجایا۔ اونٹ ڈر گیا اور ڈر کر اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ شخص اونٹ سے گر گیا اور گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی اور فوراً ہی اس کی موت واقع ہو گئی۔ اب اس ناگہانی واقعہ کا بظاہر تو مجرم کوئی نہیں ہو گا نہ اونٹ والا نہ ڈھول والا۔ کیونکہ ڈھول کی آواز سے سب اونٹ تو اچھلتے نہیں۔ کیونکہ کئی اونٹ اس آواز کے سننے کے عادی ہوتے ہیں۔ مجرم تو کوئی نہیں ہو گا۔ مگر دیکھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر پوری کرنے کے لئے ایک سبب پیدا کر لیا۔ بعینہ اسی طرح تقدیر الٰہی

حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں پہنچانے کے لئے تدبیریں کرتی ہے

تدبیر اول

(وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ۭ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ۭ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ۝) سورہ یوسف ع ۲۔ پ ۱۲۔ ترجمہ۔ اور ایک قافلہ آیا۔ پھر اپنا پانی بھرنے والا بھیجا۔ اس نے اپنا ڈول لٹکایا۔ کہنے لگا۔ کیا خوشی کی بات ہے۔ یہ ایک لڑکا ہے اور اس کو تجارت کا مال سمجھ کر چھپا لیا اور اللہ جاننے والا تھا جو کچھ وہ کر رہے تھے۔

شیخ الاسلامؒ کی زبانی واقعہ کی تفصیل

ملاحظہ ہو حضرت مولانا شبیر احمد صاحبؒ اس کنوئیں کے واقعہ کی یوں تفصیل فرماتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ تین روز تک یوسف علیہ السلام کنوئیں میں رہے۔ قدرت الٰہی نے حفاظت کی۔ ایک بھائی یہودا کے دل میں ڈال دیا کہ وہ ہر روز کنوئیں میں کھانا پہنچا آتا تھا۔ ویسے بھی سب بھائی خبر رکھتے تھے کہ مری نہیں۔ کسی دوسرے ملک کا مسافر نکال کر لے جائے تو ہمارے درمیان سے یہ کانٹا نکل جائے۔ سچ ہے "گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است" ترجمہ (سعدی ایک پھول ہے اور دشمنوں کی آنکھ میں کانٹا ہے) مدین سے مصر کو جانے والا ایک قافلہ ادھر سے گذرا۔ انہوں نے کنواں دیکھ کر اپنا آدمی پانی بھرنے کو بھیجا۔ اس نے ڈول ڈالا تو حضرت یوسفؑ چھوٹے تو تھے ہی ڈول میں ہو بیٹھے اور رسی ہاتھ سے پکڑ لی۔ کھینچنے والے نے نکالا حسن و جمال دیکھ کر بے ساختہ خوشی سے پکارا کہ یہ تو عجیب لڑکا ہے۔ بڑی قیمت کو بکیگا کھینچنے والے نے اس واقعہ کو دوسرے ہمراہیوں سے چھپانا چاہا کہ اوروں کو خبر ہو گی تو سب شریک ہو جائیں گے۔ شاید یہ ظاہر کیا کہ یہ غلام اس کے مالکوں نے مجھ کو دیا ہے تاکہ مصر کے بازار میں فروخت کروں۔ بھائی تو بے وطن کرنا چاہتے تھے اور قافلہ والے بیچ کر دام وصول کرنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اور خدا تعالیٰ خزائن مصر کا مالک بنانا چاہتا تھا۔ وہ اگر چاہتا تو ان کارروائیوں کو ایک سیکنڈ میں روک دیتا لیکن اس کی مصلحت تاخیر میں تھی۔ اس لئے سب چیزوں کو جانتے اور دیکھتے ہوئے انہیں ڈھیل دی گئی۔

تدبیر دوم

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ

مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ ۝

سورہ یوسف ع ۲ - پ ۱۲ - ترجمہ - اور اس کو بھائی ناقص قیمت پر بیچ آئے - گنتی کی چونیوں پر اور وہ اس سے بیزار ہو رہے تھے -

شیخ الاسلام کا بیان ملاحظہ ہو -

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں - یعنی اس قدر ارزاں بیچنے سے تعجب مت کرو - وہ اتنے بیزار تھے کہ مفت ہی دے ڈالتے تو مستبعد نہ تھا جو پیسے مل گئے غنیمت سمجھا بعض مفسرین کہتے ہیں - آیت میں اس بیع کا ذکر ہے - جو قافلہ والوں نے مصر پہنچ کر کی - اگر ایسا ہو تو کہا جائے گا کہ پڑی ہوئی چیز کی قدر نہ کی (کیونکہ وہ مفت ملی تھی) اور یہ اندیشہ رہا کہ پھر کوئی آ کر دعوے نہ کر بیٹھے - نیز آبق (بھگوڑا) ہونے کا عیب سن چکے تھے - اس لئے سستے داموں بیچ ڈالا - والظاہر ہو الاول واللہ اعلم

پانچویں عبرت

وہی یوسف علیہ السلام جو ملک شام میں غلام ہونے کی حیثیت سے ایک چونی کی قیمت پر بکے تھے - اللہ تعالیٰ نے مصر میں پہنچا کر مدار المہام (سلطنت مصر کے نظام کے کرتا دھرتا) کے ہاں پہنچایا - اور اس نے اپنا بیٹا بنا لیا - آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں - کہ سلطنت مصر کے رکن اعظم کا بیٹا ہونے کے لحاظ سے حضرت یوسف علیہ السلام کی کتنی عزت بڑھ گئی ہو گی - اب لوگ ان کا احترام ایسا کرتے ہیں - جیسا شہزادوں کا کیا جاتا ہے -

اس پانچویں عبرت کا حاصل

یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو انسان کو فرش سے اٹھا کر سلطنت کے تخت پر بٹھا سکتا ہے - چنانچہ تیرھویں پارہ کے پہلے رکوع میں یہ اعلان آ رہا ہے - (وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ) ترجمہ اور بادشاہ نے کہا اس کو میرے پاس لے آؤ - میں اس کو اپنے کام میں خالص کر سکوں - مولانا شبیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں یعنی میرا مشیر خاص رہے گا -

کیا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجیب کرشمہ نہیں ہے

کہ وہی شخص جو ایک چونی پر غلام ہو کر بکا تھا - مملکت مصر کے نظام سلطنت کے چلانے میں شاہ مصر کا جوڑی دار بنا دیا گیا ہے - یعنی اسکی رائے مملکت مصر کے چلانے میں شاہ مصر کی رائے کے مساوی ہے و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ علیٰ ما یشاء قدیر -

اس بلند مقام پر پہنچنے سے پہلے دو امتحانوں میں کامیابی

ابھی جو میں نے عجیب کرشمہ کے نام سے مضمون عرض کیا ہے - اس بلند مقام پر پہنچنے سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کو دو امتحان پیش آئے ہیں - اور وہ دو امتحان ایسے ہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل والا انسان ہی کامیاب ہو سکتا ہے - ورنہ عام انسانوں کی مجال نہیں کہ کامیاب ہو سکیں -

پہلا امتحان

عزیز مصر کی بیگم کا یوسف ؑ پر بہتان

(وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۭ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۗءَ وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۭ قَالَتْ مَا جَزَاۗءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْۗءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ) سورہ یوسف ع ۳ - پ ۱۲ - ترجمہ - اور جب پہنچ گیا یوسف ؑ اپنی جوانی کو ہم نے اسے حکم اور علم دیا اور نیکی والوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اور اس کو اس عورت نے جس کے گھر میں تھا - اپنا جی تھامنے سے پھسلایا (تاکہ اس عورت کا کہا مان جائے) اور دروازے بند کر دیئے اور (عورت نے) کہا شتابی کر (یوسف ؑ نے) کہا - وہ عزیز میرا مالک ہے (اس نے) مجھ کو اچھی طرح رکھا ہے - بیشک جو لوگ بے انصاف ہوں وہ بھلائی نہیں پاتے اور البتہ تحقیق اس عورت نے اس کا ارادہ کر لیا تھا - اور اگر نہ ہوتا - یہ کہ اپنے رب کی قدرت دیکھی تو (یوسف علیہ السلام) اس کا ارادہ کر لیتے - یوں ہی ہوا - تاکہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی ہٹا لیں - بیشک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے -

چھٹی عبرت

آیات کے ترجمہ کی گذشتہ سطور سے یہ عبرت حاصل ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو جب گناہ کی طرف مائل کرنے والے اسباب گھیرا ڈال لیتے ہیں تو وہ حضرات بارگاہ الٰہی میں تہ دل سے دعا کرتے ہیں - کہ اے اللہ میں تو اس برائی کرنے سے سخت بیزار ہوں تو محض اپنے فضل سے مجھے اس گناہ سے بچا - اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی دستگیری کرتی ہے اور نہ ایسے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں کہ وہ اس گناہ سے بچ نکلتے ہیں - جیسا کہ حضرت یوسف ؑ اس خطرناک موقعہ سے بچ نکلے - مجھے اس قسم کے بعض واقعات معلوم ہیں - مضمون کی طوالت کے لحاظ سے عرض نہیں کرنا چاہتا

ساتویں عبرت

اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی مصیبتوں میں ضرور امداد فرماتا ہے - عزیز مصر کی بیگم کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص کی شہادت ملاحظہ ہو - جن سے یقین ہو جاتا ہے کہ عزیز کی بیگم مجرم ہے اور حضرت یوسف ؑ بالکل بری الذمہ ہیں -

شہادت ملاحظہ ہو

(وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۭ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۝ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۫ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ښ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـــِٕيْنَ ۝) سورہ یوسف ع ۳ پ ۱۲ ترجمہ - اور عورت کے لوگوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی - اگر اس کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹا ہے - اور اگر اس کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ سچا ہے - پھر جب عزیز نے اس کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا - کہا بیشک یہ تم عورتوں کا ایک فریب ہے - البتہ تمہارا فریب بڑا ہے - یوسف ؑ اس ذکر کو جانے دے اور (اے) عورت تو (خدا) سے اپنا گناہ بخشوا تو ہی گنہگار تھی -

نتیجہ

دیکھ لیجئے نتیجہ وہی ہے جو میں نے چھٹی عبرت کے نام سے ذکر کیا - اللہ تعالیٰ کی امداد نے حضرت یوسف ؑ کا دامن کیسا پاک کر دکھایا ہے -

یہ گواہ کون تھا

اسکی تفصیل شیخ الاسلام رح کی تحریر سے ملاحظہ ہو

"عورت نے الزام یوسف (علیہ السلام) پر رکھا کہ اس نے مجھ سے یہ ارادہ کیا۔ ایسے شخص کی سزا یہ ہونی چاہیئے کہ جیلخانہ بھیجا جائے یا کوئی اور سخت مار پڑے اب یوسف ع کو واقعہ ظاہر کرنا پڑا کہ عورت نے میرے نفس کو بے قابو کرنا چاہا۔ میں نے بھاگ کر جان بچائی۔ یہ جھگڑا ابھی چل رہا تھا۔ کہ خود عورت کے خاندان کا ایک گواہ عجیب طریقہ سے یوسف (علیہ السلام) کے حق میں گواہی دینے لگا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیر خوار بچہ تھا۔ جو خدا کی قدرت سے حضرت یوسف علیہ السلام کی براءت و وجاہت عند اللہ ظاہر کرنے کو بول پڑا اور بعض علماء کہتے ہیں کہ بچہ نہیں کوئی مرد دانا تھا جس نے ایسی پتہ کی بات کہی۔ واللہ اعلم۔ (اگر گواہ شیر خوار بچہ تھا۔ جیسا کہ بعض معتبر روایات میں ہے۔ تب تو اس کا بولنا اور ایسی گواہی دینا جو انجام کار یوسف ع کے حق میں مفید ہو۔ خود مستقل دلیل یوسف ع کی سچائی کی تھی۔ کرتہ کا آگے یا پیچھے سے پھٹا ہونا شہادت سے بطور ایک علامت اور قرینہ کے سمجھنا چاہیئے اور اگر گواہ کوئی مرد دانا تھا تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خارجی طریق سے حقیقت حال پر مطلع ہو چکا تھا مگر اس نے نہایت دانائی سے ایسے پیرایہ میں شہادت دی۔ جو دفعتہً کسی کی جانبداری پر بھی محمول نہ ہو اور آخر کار یوسف (علیہ السلام) کی براءت ثابت کر دے۔ جو پیرایہ اظہار واقعہ کا اس نے اختیار کیا۔ وہ غیر جانبداروں کے نزدیک نہایت معقول تھا۔ کیونکہ اگر عورت کے دعوے کے موافق یوسف ع نے (معاذ اللہ) اس کی طرف اقدام کیا تو ان کا چہرہ عورت کی طرف ہوگا۔ تو ظاہر یہ ہے کہ کشمکش میں کرتہ بھی سامنے سے پھٹے اور اگر یوسف (علیہ السلام) کا کہنا صحیح ہے کہ عورت مجھ کو اپنی طرف بلاتی تھی۔ میں دروازہ کی طرف بھاگا۔ اس نے پکڑنے کے لئے میرا تعاقب کیا تو کھلی ہوئی بات ہے کہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں یوسف ع اس کی طرف متوجہ نہیں تھے۔ بلکہ ادھر سے پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے۔ بہر حال جب دیکھا گیا کہ کرتہ آگے سے نہیں۔ پیچھے سے پھٹا ہے تو عزیز نے سمجھ لیا کہ یہ سب عورت کا مکر و فریب ہے۔ یوسف ع قصور وار نہیں چنانچہ اس نے صاف کہ دیا۔ کہ زلیخا کی پُر فریب کارروائی اسی قسم کی ہے جو عموماً عورتیں کیا کرتی ہیں۔ اس نے (عزیز مصر نے) (یوسف علیہ السلام) سے استدعا کی کہ جو ہونا تھا ہو چکا۔ آئندہ اس کا ذکر مت کرو کہ سخت رسوائی اور بدنامی کا موجب ہے اور عورت سے کہا کہ یوسف سے یا خدا سے اپنے قصور کی معافی مانگ یقیناً قصور تیرا ہی ہے۔

بُرہان رب سے کیا مراد ہے

قرآن مجید کی آیت میں (وھم بھا لولا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ) ترجمہ اور یہ ہوتا کہ دیکھی قدرت اپنے رب کی تو یوسف ع بھی (شاید) ارادہ کر ہی لیتے برہان کے متعلق حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب کا بیان ملاحظہ ہو۔ "برہان دلیل و حجت کو کہتے ہیں۔ یعنی اگر یوسف علیہ السلام اس وقت اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے تو قلبی میلان پر چل پڑتے۔ دلیل کیا تھی۔ زنا کی حرمت و شناعت (برائی) کا وہ عین الیقین جو حق تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا یا وہی دلیل جو خود انہوں نے زلیخا کے مقابلہ میں اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ کہہ کر پیش کی۔ بعض کہتے ہیں کہ خدا کی قدرت سے اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نظر آئے کہ انگلی دانتوں میں دبائے سامنے کھڑے ہیں۔ بعض نے کہا کہ کوئی غیبی تحریر نظر پڑی جس میں اس فعل سے روکا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔"

بہر حال

حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے اس موقعہ پر اپنی عصمت کو بچا سکے۔ ورنہ ایسے محیر العقول اسباب کے جمع ہو جانے پر اپنی عصمت اور عفت کو بچانا سوائے اللہ تعالےٰ کے خاص فضل کے بڑا ہی مشکل بلکہ تقریباً محالات میں سے ہے۔ جبکہ مرد کی جوانی بھی پورے شباب پر ہو۔ اور ایک شاہی گھرانے کی عورت برائی پر پوری آمادہ ہو۔ و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

آٹھویں عبرت

عالم شباب کی مرغوب ترین خواہش سے خوف خدا کے باعث اور اس کے مقابلہ میں جیلخانہ کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں رہنے کو ترجیح دینا یہ مقربین الٰہی کا شیوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان حضرات کی سی استقامت عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

مصلحت کی بنا پر ظاہر کرنا نہیں چاہتا

بفضلہ تعالےٰ مجھے اس قسم کے چند واقعات معلوم ہیں۔ مگر مصلحت کی بناء پر کسی کا پردہ فاش کرنا نہیں چاہتا۔

بیگم عزیز مصر کا دو مرتبہ حضرت یوسف ع کی پاکدامنی کی شہادت دینا (پہلی مرتبہ)

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۭ وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ (سورہ یوسف ع ۴ پ ۱۲) ترجمہ اور اس شہر میں عورتیں کہنے لگیں۔ عزیز کی عورت اپنے غلام سے اس کے جی کی خواہش کرتی ہے۔ اس کا دل اس کی محبت میں فریفتہ ہو گیا ہے۔ ہم تو اس کو صریح خطا پر دیکھتی ہیں (یعنی اپنے ہی زر خرید غلام پر فریفتہ ہو جانا۔ بیگم عزیز کی شان کے شایاں نہیں ہے) پھر جب اس (بیگم عزیز) نے ان کا فریب سنا۔ (عورتوں کی گفتگو کو مکر و فریب کہا کہ مکاروں کی طرح چھپ چھپ کر یہ باتیں کرتی تھیں اور زلیخا پر طعن کر کے گویا اپنی پارسائی کا اظہار مقصود تھا۔ حالانکہ یوسف ع کے ہمیش حسن و جمال کا شہرہ جس عورت کے کان میں پڑتا تھا۔ اس کی دید کا اشتیاق دل میں چٹکیاں لینے لگتا تھا۔ کچھ بعید نہیں کہ زلیخا پر طعن و تشنیع اور نکتہ چینی کرنے والیوں کے دلوں میں یہی غرض پوشیدہ ہو کہ زلیخا کو غصہ دلا کر کسی ایسی حرکت پر آمادہ کر دیں جو یوسف (علیہ السلام) کے دیدار کا سبب بن جائے یا زلیخا کے دل میں اسکی نفرت بٹھا کر اپنی طرف مائل کرنے کا موقعہ نکالیں اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ زلیخا نے بعض عورتوں کو اس معاملہ میں اپنا رازدار بنا لیا ہو۔ اس نے رازداری کی جگہ پردہ دری

اور خوردہ گیری شروع کر دی۔ بہر حال ان کی گفتگو کو لفظ "مکر" سے ادا کرنے میں یہ سب احتمالات ہیں)۔ ہذہ السطور من حواشی الشیخ (فریب سننے کے بعد) ان کو بلوا بھیجا اور ان کے واسطے ایک مجلس تیار کی اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں چھری دی (یعنی پھل چھیر کر کھانے کیلئے) اور کہا (اسے) یوسف، ان کے سامنے نکل آ۔ پھر جب اس کو دیکھا ششدر رہ گئیں اور (یوسف علیہ السلام کی دید میں محو حیرت ہو کر) اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور کہنے لگیں حاشا للہ کہ یہ شخص آدمی نہیں۔ یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔ (زلیخا نے) کہا یہ وہی ہے کہ اس کے متعلق تم نے مجھ کو طعنہ دیا تھا۔ میں نے اس سے جی لینا چاہا تھا۔ پھر اس نے تھام رکھا۔ اور بے شک جو میں اس کو کہتی ہوں اگر نہ کریگا تو ضرور قید میں پڑیگا اور بے عزت ہوگا۔

زلیخا کا یہ آخری حربہ تھا

کہ اگر میرا کہنا نہیں مانے گا تو قید کرا دوں گی اور یہ ذلیل ہو جائے گا۔

زلیخا کے مقابلہ میں پیغمبر خدا آیا ہوا ہے

اسکی استقامت کا ملاحظہ فرمایئے

(قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ) سورہ یوسف ع ۴ پ ۱۳۔

ترجمہ۔ یوسف (علیہ السلام) نے کہا۔ اے میرے رب مجھ کو قید پسند ہے اس بات سے جس کی طرف مجھ کو بلاتی ہیں۔

اس گناہ کی سزا کے مقابلہ میں جیلخانہ میں جانا کوئی حقیقت نہیں رکھتا

بیگم عزیز تو بدکاری کی دعوت دے رہی ہے۔ جس کی سزا دوزخ ہے۔ جس کی آگ دنیا کی آگ سے ۶۹ حصے زیادہ گرم ہے دنیا کی آگ ایک حصہ گرم ہے اور دوزخ کی آگ ۷۰ حصہ گرم ہے۔

یہ چیز محال ہے

کہ نعوذ باللہ پیغمبر خدا ہو کر اس سزا کے مقابلہ میں عزیز مصر کی بیگم کی درخواست مان لے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام تو ہر صغیرہ اور کبیرہ گناہ سے محفوظ ہوتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ کی عصمت کی بیگم عزیز کی طرف سے دوبارہ شہادت

(وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۝ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝) سورہ یوسف ع ۷ پ ۱۲۔ ترجمہ۔ اور بادشاہ نے کہا جبکہ حضرت یوسفؑ دو امتحانوں میں کامیاب ہو چکے۔ پہلا عزیز مصر کے بہتان میں مبتلا ہونے کے بعد خود اسی کے زبان سے ثابت ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بالکل پاک ہیں اور اس معاملہ میں عزیز مصر کی بیگم خود مجرم تھی اور دوسرا امتحان جبکہ مصر کے بادشاہ کے خواب کی تعبیر کرنے میں مملکت مصر کے تمام عقلا عاجز رہے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے وہ تعبیر کی کہ جس کے باعث مملکت مصر کے باشندے ہلاک اور تباہ ہونے سے بچ گئے۔ شاہ مصر سمجھ گئے کہ میری مملکت میں یوسفؑ جیسا عقیل اور فہیم اور دانا اور کوئی آدمی نہیں ہے۔ اس لیئے اسی کو اپنے تمام امور میں مشیر بنا کر رکھنا چاہیئے۔

چنانچہ جب شاہ مصر کا نمائندہ

جیل خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس یہ پیغام لے کر پہنچا تو حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ پہلے ان عورتوں سے تو میرے متعلق دریافت کرو۔ میرا معاملہ انہیں کے ذریعہ سے صاف ہو سکتا ہے۔ معاملہ صاف ہو کر بری ہونیکے بعد جیل سے نکل سکتا ہوں۔ چنانچہ وہ نمائندہ بادشاہ کے ہاں واپس گیا۔ اس وقت

بیگم عزیز اور دوسری عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی شہادت دی وہ شہادت ملاحظہ ہو۔

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝) سورۃ یوسف ع ۷ پ ۱۲۔ ترجمہ بادشاہ نے عورتوں کو کہا۔ کیا تمہاری کیا حقیقت ہے۔ جب تم نے یوسفؑ کو اس کے نفس کی حفاظت سے پھسلایا۔ انہوں نے کہا خدا کی پناہ، ہم نے اُس میں کوئی برائی نہیں پائی (یعنی وہ بالکل پاک دامن ہے)۔ عزیز کی عورت بولی۔ اب سچی بات کھل گئی۔ میں نے اس کو اس کے نفس کے متعلق پھسلایا تھا اور وہ سچا ہے۔

بادشاہ نے اپنا مشیر خاص بنالیا

(وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ۝) سورہ یوسف ع ۷ پ ۱۳۔ ترجمہ۔ اور بادشاہ نے کہا اس کو میرے پاس لے آؤ۔ میں اس کو اپنے کام میں خالص کر رکھوں۔ پھر جب (بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے) بات چیت کی۔ کہا واقعی تو نے آج سے ہمارے پاس معتبر ہو کر جگہ پائی۔

وضاحت کیلئے شیخ الاسلامؒ کا حاشیہ ملاحظہ ہو

(بادشاہ) کچھ پہلے سے معتقد ہو چکا تھا۔ باتیں سن کر بالکل ہی گرویدہ ہو گیا اور حکم دیا کہ آج سے آپ ہمارے پاس نہایت معزز و معتبر ہو کر رہیں گے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اب عزیز کا علاقہ موقوف کیا (جو مصر کے داخلہ کے وقت آ رہا تھا)۔ اپنی صحبت میں رکھا۔

سردست انہیں آٹھ

عبرتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ یہ آٹھ عبرتیں سورہ یوسف کے ساتویں رکوع تک کی عرض کی گئی ہیں۔ حالانکہ سورہ یوسف کے کل بارہ رکوع ہیں۔ اس لحاظ سے آخر سورۃ تک اور بھی کئی عبرتیں (نصیحتیں) پیش کی جا سکتی ہیں۔

مذکورۃ الصدر آٹھ عبرتوں سے عام فہم نتائج یہ نکلتے ہیں

پہلا نتیجہ

یہ نکلتا ہے کہ حقیقی امن اور چین کسی کو بھی اس دنیا میں نصیب نہیں ہو سکتا۔ بد اخلاق بد کردار شریر الطبع انسان تو بجائے خود رہے بلکہ اللہ تعالٰے کے برگزیدہ اور پسندیدہ اور چیدہ بندوں کو بھی چین نصیب نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی اس دنیا میں چین نصیب نہیں ہو سکا۔ دوسرے انسانوں کے لئے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ انکی تکلیفیں گناہوں کے باعث ہوتی ہیں۔ مگر حضرات انبیاء علیہم السلام تو گناہوں سے معصوم اور پاک ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس جہان میں جتنی انبیاء علیہم السلام پر تکلیفیں آتی ہیں۔ اتنی اور کسی پر نہیں آتیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَشَدُّ الْبَلَاءِ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ

ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ ؟ ترجمہ سب سے زیادہ تکلیفیں انبیا (علیہم السلام) کو پیش آتی ہیں ۔ اس کے بعد جوں جوں کوئی شخص اخلاق حمیدہ میں ان سے زیادہ قریب ہوگا۔ اسی قدر اس پر زیادہ تکلیفیں آئیں گی ۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ دنیا امن اور چین کا حقیقی مقام نہیں ہے ۔ راحت اور اطمینان کا اصلی مقام آخرت ہے ۔ لہٰذا اس جہان میں راحت اور آرام کے سامان مہیا کرنیکی ضرورت ہے جو شخص وہ اسباب دنیا کی زندگی میں جمع کرکے ساتھ لے جائے گا۔ وہ اس جہان میں جا کر آرام پائے گا اور ان

سب اسباب کا گُر ایک ہی ہے

اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد پیدا ہونیوالے انسانوں کے لئے فقط یہ ہے ۔ کہ قرآن مجید کی ہدایات کے سانچے میں اپنے آپ کو اس طرح ڈھالا جائے ۔جس طرح کہ سیدالمرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے آپ کو ڈھالا تھا۔

دوسرا نتیجہ

یہ ہے کہ چونکہ شیطان کی فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ انسانوں کو آپس میں لڑایا جائے تاکہ انکی دنیا کی زندگی بھی بے چینی سے گزرے اور باہمی عداوتوں اور لڑائیوں کے باعث انکی آخرت بھی برباد ہو جائے اس لئے قاعدہ کلیہ ہے سوائے حضرات انبیاء علیہم السلام یا دوسرے اللہ تعالےٰ کے چیدہ اور برگزیدہ بندوں کے شاید ہی کوئی اور مستثنیٰ ہو۔ ورنہ ایک باپ کی اولاد میں پھوٹ ڈلواتا ہے اور ایک دوسرے کے خلاف حسد اور کینہ اور بغض کی آگ بھڑکاتا ہے۔

مثلاً

اگر ایک بھائی کو اللہ تعالےٰ نے آسودہ حال بنایا ہے۔ تو دوسرا بھائی اسکی آسودہ حالی کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتا اور اس کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے میرے بھائی کو آسودہ حال بنایا ہے۔ اے اللہ میرے بھائی کو تو اور رزق عطا فرما اور اے اللہ تیرے خزانہ میں کوئی کمی نہیں ہے مجھے بھی اسیطرح آسودہ حال بنا دے

بلکہ اس تباہ حال

بھائی کا دل اسکی آسودگی کو دیکھ کر جلتا ہے اور عموماً (الا ماشاء اللہ) ایسا آدمی کوئی شاذ ہی ہوگا جو یہ تباہی نہ چاہتا ہو) وہ تنگدست بھائی یہ چاہتا ہے کہ میرے بھائی پر کوئی ایسی آفت آئے کہ وہ بھی میری طرح تنگدست اور تباہ حال ہو جائے ۔ اسی کا نام حسد ہے

حسد کے متعلق ارشاد نبوی ؐ

ملاحظہ ہو (اِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ)؛ ترجمہ بے شک حسد (انسان کی) نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے ۔جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے ۔چنانچہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں

سے جو کچھ بھی یوسف علیہ السلام کے متعلق کارروائی ہوئی اسی حسد کی بنا پر تھی ۔

حسد کا علاج

یہ ہے کہ دل کو سمجھایا جائے کہ ہر شخص کے رزق کی تقسیم اللہ تعالےٰ نے خود فرمائی ہوئی ہے ۔ اس لئے ہر شخص کو وہی رزق ملتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں مقدر ہے لہٰذا ہمارے بھائی کا ہماری تنگدستی کے سلسلہ میں کیا قصور ہے ۔ یہ تو نہیں ہوا کہ رزق کی تقسیم اس کے اختیار میں تھی۔ اس نے خود زیادہ لے لیا اور ہمیں تھوڑا دیا۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر ہمیں اس پر اعتراض کرنے کا حق تھا۔ لہٰذا شرافت کا تقاضا یہی ہے کہ اپنے بھائی کو کسی طرح مورد الزام نہ بنایا جائے اور اللہ تعالےٰ سے اپنے رزق کی وسعت کے لئے دل سے دعا کی جائے۔

تیسرا حصّہ

باوجودیکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے اتنا ستایا تھا۔ پھر بھی جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اقتدار عطا فرمایا اور بھائی تباہ حال ہو کر ان کے پاس آئے تو ماتھے پر بل بھی نہ لائے اور انہیں ذرہ بھر نہیں جتلایا۔ بلکہ انکی تنگدستی پر رحم کھا کر اناج کی بوریاں بھر بھر کر دیں۔ اور ان کا روپیہ بھی واپس کر دیا۔ اللہ تعالےٰ ہم مسلمانوں کو بھی

یہ اخلاق عطا فرمائے

کہ خواہ برادری کتنا ہی دکھ دے اور تکلیف پہنچائے باینہمہ ہمیں ان کی دی ہوئی تکالیف کو بھلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ بلکہ ان کی ہر ممکن خدمت کرنیکی توفیق دے آمین یا الٰہ العالمین

چوتھا نتیجہ

جس طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بیگم عزیز مصر کی دعوت کو رد کرنے کی توفیق عطا فرمائی تھی ۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ ہمیں بھی ایسے خطرناک مواقع میں اپنے ایمان کو سلامت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ بلکہ ہر ایسے دنیاوی نفع کو نظر انداز کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس سے آخرت کے برباد ہونے کا خطرہ ہو خواہ وہ دنیاوی نفع کروڑوں روپوں کا کیوں نہ ہو۔

دُعا

اللہ تعالےٰ ان پیش کردہ عبرتوں سے ہمیں بھی مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہماری بھی باطنی اصلاح ہو جائے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح دنیا میں عزت پائیں اور ان کی طرح بارگاہ الٰہی میں بھی عزت اور رحمت کی نگاہ سے دیکھے جائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین ۔

التعزیة مع مادة التاریخ

على رحلة الشيخ امام القراء في العرب والعجم حضرة القارئ عبد المالك نور الله مرقده

من ادنى التلاميذ: اظهار احمد التهانوي

رَجُلٌ وَعَىٰ كَلَامَ اللّٰه
لَحِقَ اللّٰهَ فِي حِجَابِ النُّوْرِ

ایک ایسی جلیل القدر ہستی جس نے کلام اللہ کی حفاظت کی، نورانی پردے میں خدا تعالیٰ سے جا ملی

يَا مَنْ اُنْبِثَّ ذِكْرُهٗ فِي الدَّهْرِ
قَدَّسَ اللّٰهُ قَبْرَكَ الْمَعْمُوْرْ

اے وہ کہ جس کی شہرت کا غلغلہ چاردانگ عالم میں بلند ہوا اللہ تعالیٰ آپ کی معمور قبر کو پاک و مطہر رکھے

كُنْتَ فِي الْوَقْتِ ثَانِيَ الْجَزَرِيْ
جَبَلًا شَاهِقًا وَرَاءَ صُخُوْرْ

دورِ حاضر میں آپ علامہ جزریؒ کے ثانی تھے۔ چٹانوں سے بھی بلند کوہِ عظیم تھے

سَارَ تَحْتَ التُّرَابِ مَنْ هُوَ عَا
شَ نَظِيْفًا مُعَطَّرًا ذَا النُّوْرْ

وہ ہستی جس نے آج تک نظافت پسندی، عطروں کی مہک اور تابناک زندگی بسر کی تھی مٹی کے نیچے جا چھپی

قَدْ خَلَا الْيَوْمَ مَسْنَدُ التَّجْوِيْدِ
فَاتَ عَنَّا مُجَوِّدٌ مَغْفُوْرْ

۱۳ ۷۹

تجوید کی مسند آج خالی ہو گئی، ایک ماہر تجوید (خدا مغفرت فرمائے) ہم میں سے اٹھ گیا۔

تعمیرِ حیات

از راسخ عرفانی

زندگی کے لالہ زارو الوداع

اے جوانی کی بہارو الوداع

اے سبک ساران ساحل خوش رہو

اے سکوں پرور کنارو الوداع

بھر گئی حسنِ مجازی سے نظر

گلعذارو، ماہ پارو الوداع

اب نشیمن کی نہیں ہے آرزو

برقِ سوزاں کے شرارو الوداع

مدتوں دیکھیں تمہاری گردشیں

اے مقدر کے ستارو الوداع

راہِ عالم ہے قریب الاختتام

جادۂ ہستی کے خارو الوداع

چارہ گر بھی ہو گئے ہیں ناامید

اے مرے تیماردارو الوداع

فائدہ رونے سے کیا ہنس کر کہو

راسخِ مخلص کو یارو الوداع

از جناب الحاج عبدالرحیم صاحب لدھیانوی شیخوپورہ 

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

واقعہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یقین کے تین درجات ہیں۔ (۱) علم الیقین (۲) حق الیقین (۳) عین الیقین۔ اصل زندگی اور عیش آخرت کا ہے۔ یہ دنیا ناپائدار اور فانی ہے یہ خواب و خیال ہے۔ قبر اور محشر میں پورا پورا علم ہو جائے گا۔ یقین کے کئی مرتبے ہوتے ہیں۔ انسانی عادت یہ ہے کہ جس بات کو سنتا ہے۔ اس کو دیکھنا چاہتا ہے۔ سنی ہوئی بات کا بھی یقین آجاتا ہے۔ لیکن جب اُسے آنکھ سے دیکھ لے تو اور زیادہ یقین ہو جاتا ہے۔

اسی بنا پر اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب رسول اکرمؐ کو اپنا دیدار کرایا۔ اللہ وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شب کے وقت مسجد حرام (مسجد کعبہ) سے مسجد اقصےٰ (بیت المقدس) تک لے گیا۔ جسکے گرداگرد (ملک شام ہے) ہم نے اس ملک میں دینی دنیاوی برکتیں رکھی ہیں۔ دینی برکت یہ ہے کہ وہاں بکثرت انبیاء مدفون ہیں۔ دنیاوی برکت یہ کہ وہاں اشجار و انہار پیداوار کی کثرت ہے۔ غرض اس مسجد اقصےٰ تک عجیب طور پر اس واسطے لے گیا تاکہ وہ اپنے بندہ کو کچھ عجائبات قدرت دکھلائیں۔ مثلاً (۱) آسمانوں پر جانا (۲) اتنی بڑی مسافت تھوڑے سے وقت میں طے کرنا (۳) اور سب انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا اور انکی باتیں سُننا (۴) اور عجائبات کثیرہ دیکھنا (دوزخ اور بہشت) بیشک اللہ تعالےٰ بڑا سننے والا اور بڑا دیکھنے والا ہے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو سنتا اور احوال کو دیکھتا تھا۔ اس لیئے اس نے اپنے محبوب پاک بندہ کو اس طرح مکرم و مقرب بنایا۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۵ پ ۱۵ ع ۱

(ترجمہ) وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندہ کو شب کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک لے گیا۔ جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں کہ رکھی ہیں۔ تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلاویں۔ بے شک اللہ تعالےٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں۔ (بیان القرآن)

تفسیر

اس مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک لے جانے کو اسراء کہتے ہیں۔ اور آسمانوں پر جانے کو معراج کہتے ہیں۔ اور کبھی کبھی دونوں لفظ معراج کیلئے بولے جاتے ہیں۔ اور یہ جانا براق پر تھا۔ جیسا کہ صحاح میں ہے اور اسکی برق رفتاری بھی عجیب تھی۔ لفظ عبد میں ایک تو آنحضرتؐ کے قرب و قبول کا اظہار ہے۔ دوسرے اس عجیب معجزہ کی وجہ سے کوئی آپ پر الوہیت کا شُبہ نہ کر سکے۔ ہرچند اسریٰ رات ہی کے چلنے کو کہتے ہیں۔ لیکن لَيْلًا کہنے سے اس بات کی دلالت ہے کہ تھوڑی ہی رات میں اتنا دراز کام کر لیا گیا۔

مسجد حرام کا اطلاق کبھی مطلق حرم پر بھی آتا ہے اور یہاں دونوں معنی صحیح ہو سکتے ہیں۔ کہ بعض حدیثوں میں آیا ہے۔ کہ آپ اس وقت حطیم میں تشریف رکھتے تھے اور بعض میں آیا ہے کہ اُمّ ہانی کے گھر میں تھے۔

مسجد اقصیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اقصیٰ کے معنی عربی میں بہت دور کے ہیں۔ چونکہ وہ مسجد مکہ سے بہت دور ہے۔ اس لیئے اقصیٰ کہا گیا۔

ہرچند عجائبات کا مشاہدہ آپ کے لیجائے بغیر بھی ممکن تھا۔ لیکن اس میں اور اسی طرح سواری میں زیادہ اکرام اور اظہار شان ہے۔ اس لیئے آپ کو اس شان سے لے جایا گیا۔

رات کی تخصیص میں یہ حکمت لکھی ہے کہ عام طور پر وہ خلوت کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت آپؐ کو بلانا آپ کے زیادہ اختصاص کی دلیل ہے۔

الَّذِيْ بٰرَكْنَا بطور مدح کے بڑھایا ہے۔ اور اس سے خود اس مسجد کا مبارک ہونا بدرجۂ اولیٰ سمجھ میں آگیا۔ کیونکہ جب اس کے آس پاس باوجود مسجد نہ ہونے کے برکت ہے تو خود اس میں تو ضرور برکت ہوگی۔ کیونکہ آس پاس دو قسم کی برکتیں ہیں۔ ایک دنیوی، سو اس سے تو دنیوی برکت ضرور زیادہ ہے۔ اور دوسری دینی مدفن انبیاءؑ ہے۔ سو دفن ہونا تو جسم کے چھونے کا ہے۔ اور قبلہ ہوتا جیسا کہ اکثر انبیاء علیہم السّلام کا وہ قبلہ رہا ہے اور وہ محل عبادت بھی رہا ہے۔ پس اس طرح خود اس مسجد کے مبارک پر ہونے پر دلالت ہو گئی۔

لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا

یہ لفظ عرفاً عظم اور کمال پر دلالت کرتا ہے اور خاص طور پر آسمانی آیات جبکہ آسمانوں پر انبیاء بھی تھے۔ جیسا کہ حدیث معراج میں مسجد اقصےٰ سے آگے بھی آپ کو لے گئے حدیث میں ہے کہ وہاں پر قلم کے چلنے کی آواز آتی تھی۔ گو عجائبات کی رویت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی۔ مگر علم میں وہ ہمارے برابر نہیں ہو گئے۔ کیونکہ ان کو ہم نے دکھلایا اور ہم بالذات سمیع و بصیر ہیں۔ حدیث میں واضح ہے کہ آپ مسجد اقصےٰ کے اندر بھی گئے اور نماز میں آپؐ انبیاء کے امام بنے۔

آگے آسمانوں کی طرف جانا اس آیت میں صاف بیان نہیں ہے۔ گو اشارہ اس کی طرف ہے۔ اور اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ سورہ والنجم پارہ ۲۷ میں ہے وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى۔ یعنی آپ نے جبرئیلؑ کو دوسری بار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا ہے۔ اور پہلی بار کا دیکھنا اس سے پہلے وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى میں مذکور ہے۔ سو اس سے صاف معلوم ہوا۔ کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تھے

معراج مع الجسد بیداری میں ہوئی

جمہور اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ معراج بیداری میں جسم کے ساتھ ہوئی اور دلیل اسکی اجماع ہے اور اس اجماع کی سند مندرجہ ذیل امور ہیں۔

مع الجسد (۱) حق تعالیٰ نے جس اہتمام سے قصہ اسراء کو بیان فرمایا ہے۔ اس سے اس کا نہایت ہی عجیب ہونا معلوم ہوتا ہے اگر یہ نیند میں یا روحانی طور پر ہوتی۔ تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے

(۲) بِعَبْدِهٖ سے ظاہرہ طور پر معلوم ہوتا

ہے کہ دھڑ اور جان سمیت آیا۔ پس عبد کا لفظ روح اور جسم پر مصداق آتا ہے۔ اور اس فعل کا صادر ہونا بیداری کو لازم کرتا ہے

(۴) اگر معراج خواب کی حالت میں یا روحانی طور پر ہوتی تو جس وقت کفار نے جھٹلایا تھا یا بیت المقدس اور اپنے قافلہ کے حالات پوچھے تھے تو آپ اس وقت بہت آسانی سے جواب دے دیتے کہ میں بیداری میں اسکے ہونے کا کب مدعی ہوں جو تم ایسی باتیں کرتے ہو اور بیت المقدس کی ہیئت اور کیفیت بیان کرنیکے متعلق فکر میں نہ پڑتے۔ جیسا کہ احادیث میں ہے کہ آپ کو فکر ہوئی حق تعالیٰ نے بیت المقدس آپ کے سامنے کر دیا۔ کہ آپ نے اس کو دیکھ کر بتلا دیا۔

عروج روحانی آپ کو کئی بار ہوا ہے یعنی اس معراج سے پہلے خواب میں عروج ہوا ہے۔ جس کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے تاکہ درجہ بدرجہ اس معراج اعظم کی قابلیت اور برداشت ہو سکے۔ نیز ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔

رفع اشکال

بعض کو حضرت عائشہ رضؓ و حضرت معاویہ رضؓ کے اقوال سے شبہ پڑ گیا ہے۔ سو حضرت عائشہ رضؓ تو اس وقت آپ کے نکاح میں بھی نہ آئی تھیں اور حضرت معاویہ رضؓ اس وقت تک اسلام بھی نہ لائے تھے۔ خدا جانے کسی سے سن کر کہا ہے یا اپنی عقل سے کہا ہے یا کسی دوسرے واقعہ کی نسبت کہا ہے۔

علاوہ ازیں قول عائشہ رضؓ مَا فَقَدَ جَسَدُ مُحَمَّدٍ ﷺ (ترجمہ) (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم غائب نہیں ہوا۔) کی یہ توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ فقدان کے معنی تلاش کرنے کے ہیں۔ جیسا کہ سورہ یوسف مَاذَا تَفْقِدُوْنَ پ ۱۳ ع ۳۔ (تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے)

مطلب یہ کہ معراج کی واپسی اس قدر جلدی ہوئی کہ کسی کو آپ ﷺ کے جسد کے غائب ہونے کی اطلاع بھی نہ ہوئی جو تلاش کی نوبت آتی۔ کہ آپ کہاں تشریف لیگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رات کسی نے گھر سے غائب اور گم نہیں پایا۔ اور یہ درست ہے۔ کیونکہ جب آپ تشریف لے گئے۔ اس وقت سب گھر والے سو رہے تھے اور ان کی بیداری سے پہلے واپسی ہو گئی۔ غرض اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ کہ کسی نے حضور ﷺ کو گھر میں نہ دیکھا ہو۔

رویت باری تعالےٰ

اس میں اختلاف ہے کہ حق تعالیٰ کو اس رات آپ ﷺ نے دیکھا یا نہیں۔ اس میں سلف اور خلف سب کا اختلاف ہے۔ اور روایات میں تاویل کرنی پڑتی ہے۔ شاید رویت بالقلب ہو اور نفی رویت سے کسی خاص رویت کی نفی مراد ہو۔ مثلاً قیامت کے روز جنت میں جو انکشاف ہوگا۔ یہ انکشاف (ظاہر ہونا) اس سے کم ہو۔ مگر رویت (دیدار) صادق آئے جیسے بغیر عینک کے دیکھنا بھی دیکھنا ہے اور عینک سے زیادہ اچھی طرح نظر آتا ہے۔

آسمانوں کی سیر

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۙ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ؕ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ؕ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۚ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۚ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۙ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۚ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ؕ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۙ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۚ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۚ پ ۲۷ ع ۵ – ترجمہ۔ قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے نہ راہ سے بھٹکے اور نہ غلط راستے ہو لئے۔ اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں۔ ان کا ارشاد نری وحی ہے۔ جو ان پر وحی بھیجی جاتی ہے۔ ان کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے۔ پیدائشی طاقتور ہے۔ پھر وہ فرشتہ اصلی صورت پر نمودار ہوا۔ ایسی حالت میں کہ وہ بلند کنارے پر تھا۔ پھر وہ فرشتہ نزدیک آیا۔ پھر اور نزدیک آیا۔ سو دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا۔ بلکہ اور بھی کم۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے بندہ پر وحی نازل فرمائی۔ جو کچھ نازل فرمانا تھا قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی۔ تو کیا اُن سے دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو؟ اور انہوں نے اس فرشتہ کو ایک اور دفعہ بھی دیکھا ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اس کے قریب جنت الماویٰ ہے۔ جب اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھی۔ جو چیزیں لپٹ رہی تھیں۔ نگاہ تو نہ ہٹی اور نہ بڑھی۔ انہوں نے اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔ (بیان القرآن)

تفسیر:۔ غروب ہوتے وقت ستارے کی قسم کھا کر بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نہ غلط فہمی کی بنا پر راستہ سے بھکے۔ نہ اپنے قصد و اختیار سے جان بوجھ کر بے راہ چلے۔ بلکہ جس طرح آسمان کے ستارے طلوع سے لے کر غروب تک ایک مقرر رفتار سے معین راستہ پر چلے جاتے ہیں۔ کبھی ادھر اُدھر ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔ آفتاب نبوت بھی اللہ تعالےٰ کے مقرر کئے ہوئے راستے پر برابر چلا جاتا ہے۔ ممکن نہیں کہ ایک قدم اِدھر اُدھر پڑ جائے۔ ایسا ہو تو انکی بعثت سے جو غرض متعلق ہے وہ حاصل نہ ہو۔ انبیاء علیہم السلام آسمان نبوت کے ستارے ہیں۔ جن کی روشنی و رفتار سے دنیا کی رہنمائی ہوتی ہے اور جس طرح تمہارے ستاروں کے غائب ہونے کے بعد آفتاب درخشاں طلوع ہوتا ہے۔ ایسے ہی تمام انبیاء کی تشریف بری کے بعد آفتاب محمدی مطلع عرب سے طلوع ہوا۔ پس اگر قدرت نے ان ظاہری ستاروں کا نظام اس قدر محکم بنایا ہے کہ اس میں کسی طرح کے تزلزل اور اختلال کی گنجائش نہیں۔ تو ظاہر ہے کہ ان باطنی ستاروں اور روحانی آفتاب و مہتاب کا انتظام کس قدر مضبوط و محکم ہونا چاہیئے۔ جن سے ایک جہان کی ہدایت و سعادت وابستہ ہے۔ کوئی کام تو کیا ایک حرف بھی آپ ﷺ کے دہن مبارک سے ایسا نہیں نکلتا۔ جو خواہش نفسی پر مبنی ہو۔ بلکہ آپ جو کچھ دین کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ اس میں وحی متلو کو قرآن اور غیر متلو کو حدیث کہا جاتا ہے۔ وحی بھیجنے والا تو اصل میں اللہ ہے۔ لیکن جس کے ذریعہ سے وہ وحی آپ تک پہنچتی ہے اور جو بظاہر آپ کو سکھلاتا ہے۔ وہ بہت سخت قوتوں والا بڑا زور آور حسین و وجیہ فرشتہ ہے۔ جسے جبرئیل امین کہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے نبوت میں ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی

اصلی صورت میں ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ اس وقت آسمان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک اُن کے وجود سے بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ یہ غیر معمولی اور خوفناک منظر پہلی دفعہ آپؐ نے دیکھا تھا۔ دیکھ کر گھبرائے تو سورہ مدثر اُتری۔

جبرئیلؑ اپنے اصلی ٹھکانے سے تعلق رکھنے کے باوجود نیچے اُترے اور آنحضرتؐ سے اس قدر نزدیک ہو گئے کہ دونوں کے درمیان دو ہاتھ یا دو کمانوں سے زیادہ فاصلہ نہ تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی جبرئیلؑ کو اپنے آنکھ سے دیکھا اور اندر سے دل نے کہا کہ اس وقت آنکھ ٹھیک ٹھیک جبرئیل علیہ السلام کو دیکھ رہی ہے کوئی غلطی نہیں کر رہی کہ کچھ کا کچھ نظر آتا ہو۔ ایسا کہنے میں آپ کا دل سچا تھا۔ حق تعالےٰ اپنے پیغمبروں کے دلوں میں فرشتہ کی معرفت ڈال دیتے ہیں۔ ورنہ رسول کو خود اطمینان نہ ہو تو دوسروں کو اطمینان کہاں سے نصیب ہو سکتا ہے۔

وحی بھیجنے والا اللہ لانے والا فرشتہ جسکی صورت و سیرت نہایت پاکیزہ اور فہم و حفظ وغیرہ کی تمام قوتیں کامل۔ پھر اتنا قریب ہو کہ وحی پہنچائے۔ پیغمبر اس کو اپنی آنکھ سے دیکھے۔ اس کا صاف اور روشن دل اس کی تصدیق کرے۔ تو کیا ایسی دیکھی بھالی چیز میں تم کو حق ہے کہ اس سے فضول بحث و تکرار کرو۔ اور جھگڑے نکالو۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں۔ دوسری بار جبرئیلؑ کو اپنی اصلی صورت میں دیکھا۔

سدرۃ المنتہیٰ کی کیفیت

معراج کی رات سات آسمانوں سے اوپر جہاں بیری کا درخت ہے۔ وہ نیچے اور اوپر کی حد ہے۔ نیچے کے لوگ اوپر نہیں پہنچتے اور اوپر کے نیچے نہیں اُترتے۔ اس کے پاس بہشت کو دیکھا۔ وہ درخت ادھر اور ادھر کی سرحد پر واقع ہے۔ جو اعمال وغیرہ ادھر سے چڑھتے ہیں اور جو احکام وغیرہ ادھر سے اُترتے ہیں۔ سب کا منتہیٰ وہی ہے۔ مجموعہ روایات سے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں اور پھیلاؤ ساتویں آسمان میں ہوگا۔ واللہ اعلم۔

حق تعالےٰ کے انوار و تجلیات اس درخت پر چھا رہے تھے اور فرشتوں کی کثرت و ہجوم کا یہ حال تھا کہ ہر پتے کے ساتھ ایک فرشتہ نظر آتا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ سنہری پروانے تھے۔ نہایت خوش رنگ جن کے دیکھنے سے دل کھنچا جائے۔ اس وقت درخت کی بہار اور رونق اور اس کا حسن و جمال ایسا تھا کہ کسی مخلوق کی طاقت نہیں۔ کہ لفظوں میں بیان کر سکے۔ شاید ابن عباس رضؓ کے قول کے مطابق معراج میں جو اللہ کا دیدار حضورؐ کو ہوا۔ اس کا بیان اسی آیت کے مضمون میں درج ہو۔ کیونکہ پہلی آیتوں کے متعلق تو عائشہ صدیقہ رضؓ کی احادیث میں تصریح ہے کہ اُن سے رویت رب مراد نہیں۔ محض رویت جبرئیلؑ مراد ہے۔

ابن کثیرؒ نے مجاہد سے جو ابن عباسؓ کے خاص الخاص اصحاب میں سے ہیں۔ اسی آیت کے تحت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ كَانَ اَغْصَانُ السِّدْرَةِ لُؤْلُؤًا وَّيَاقُوْتًا وَّزَبَرْجَدَةً فَرَاٰهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاٰى رَبَّهٗ بِقَلْبِهٖ۔ (ترجمہ) اس بیری کے پتے۔ موتی۔ یاقوت اور زبرجد تھے۔ جن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا۔ اور آپ کے رب نے آپ کو اپنے قلب سے دکھلایا۔

اور یہ رویت چونکہ صرف قلب سے تھی بلکہ قلب اور بصر دونوں کو دیدار سے حصہ مل رہا تھا۔ جیسا کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ سے ظاہر ہوتا ہے۔ شاید اسی لئے ابن عباسؓ نے طبرانی کی بعض روایات میں فرمایا رَاٰهُ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً بِقَلْبِهٖ وَمَرَّةً بِبَصَرِهٖ۔ آپ نے دو دفعہ دیکھا۔ ایک دفعہ اپنے دل سے اور دوسری دفعہ اپنی آنکھ سے۔ یہاں دو مرتبہ دیکھنے کا شاید یہ مطلب ہو کہ ایک ہی وقت میں دو طرح دیکھا۔ جیسا کہ حدیث میں کہا گیا اِنْشَقَّ الْقَمَرُ بِمَكَّةَ مَرَّتَيْنِ۔ چاند مکہ میں دو دفعہ پھٹا۔ یعنی ظاہری آنکھوں سے بھی اور دل کی آنکھوں سے بھی۔ لیکن یاد رہے کہ یہ رویت وہ نہیں۔ جس کی نفی لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ میں پائی گئی ہے۔ فرمایا۔ کیونکہ اس سے غرض احاطہ کی نفی کرنا ہے یعنی نگاہیں خدا کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ علاوہ بریں ابن عباسؓ سے جب سوال کیا گیا۔ کہ دعوےٰ رویت آیت لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کے مخالف ہے تو فرمایا وَيْحَكَ ذَاكَ اِذَا تَجَلّٰى بِنُوْرِهِ الَّذِيْ هُوَ نُوْرُهٗ (رواہ الترمذی) معلوم ہوا کہ خداوند قدوس کی تجلیات و انوار متفاوت (مختلف جدا جدا) ہیں۔ بعض انوار ایسے ہیں کہ قوت بینائی اس کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اور رویت رب فی الجملہ دونوں درجوں پر صادق آتی ہے اور اسی لئے کہا جا سکتا ہے کہ جس درجہ کی رویت مومنین کو آخرت میں نصیب ہوگی جبکہ نگاہیں تیز کر دی جائینگی۔ جو اس تجلی کو برداشت کر سکیں۔ وہ دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ ہاں ایک خاص درجہ کی رویت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں ابن عباسؓ کی روایت کے موافق ہوئی۔ اس خصوصیت میں کوئی بشر آپ کا شریک و سہیم نہیں۔ نیز ان ہی انوار و تجلیات کے تفاوت و تنوع پر نظر کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ عائشہؓ اور ابن عباسؓ کے اقوال میں کوئی مخالفت نہیں۔ شاید وہ نفی ایک درجہ میں کرتی ہوں۔ اور اسی طرح ابوذر کی روایات رَاَيْتُ نُوْرًا اور نُوْرٌ اَنّٰى اَرَاهُ میں تطبیق ممکن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آنکھ نے جو دیکھا پورے یقین سے دیکھا نہ نگاہ ٹیڑھی ترچھی ہو کر داہنے بائیں ہٹی۔ نہ مبصر (جس چیز کو دیکھنا تھا) اسے تجاوز کر کے آگے بڑھی۔ بس اُسی چیز پر جمی رہی جس کا دکھلانا منظور تھا۔ بادشاہوں کے دربار میں جو چیز دکھلائی جائے اس کو نہ دیکھنا اور جو نہ دکھلائی جائے اس کو تاکنا دونوں عیب ہیں۔ آپ ان دونوں سے پاک تھے۔

(شیخ الاسلام حضرت مولانا عثمانیؒ)

معراج کا واقعہ محققین کے نزدیک ہجرت کے ایک سال پیشتر رجب کے مہینہ میں ستائیسویں شب کو ہوا تھا۔ جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ کتب سے ثابت ہے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۵۲ سال کی تھی۔

معراج روحانیت کا کامل غلبہ ہے۔ عبادت و تسبیح کے سبب جس سے روح جسم پر غالب آگئی اور جسمانیت میں سرایت کر گئی اور جسم بھی بمنزلہ روح کے لطیف ہو گیا تھا اور یہ بات اہل کمال پر مخفی نہیں ہے۔

دوسرا واقعہ حضرت عزیرؑ کا

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ الخ پ۳۔ ۳۴۔ ترجمہ یا تو نے اس شخص کو نہ دیکھا جو ایک شہر پر گذرا جو اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا۔ بولا کہ اللہ اس کو مر گئے پیچھے کیونکر زندہ کریگا پھر اللہ نے اس کو سو برس کے بعد اٹھایا۔ کہا تو کتنی دیر یہاں رہا۔ بولا میں ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم رہا۔ کہا نہیں۔ بلکہ تو سو برس رہا۔ اب اپنا کھانا پینا دیکھ سڑ نہیں گیا۔

اور اپنے گدھے کو دیکھ اور ہم نے تجھ کو نمونہ بنانا چاہا لوگوں کے واسطے۔ اور ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ ہم ان کو کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں۔ پھر ان پر گوشت پہناتے ہیں۔ پھر جب اس پر یہ حال ظاہر ہوا تو کہہ اُٹھا کہ مجھ کو معلوم ہے کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح۔ وہ شخص حضرت عزیرؑ پیغمبر تھے اور تمام توراۃ ان کو یاد تھی۔ بخت نصر کافر بادشاہ تھا۔ اس نے بیت المقدس کو ویران کیا اور بنی اسرائیل کے بہت سے لوگوں کو قید کر کے لے گیا۔ اُن میں حضرت عزیرؑ بھی تھے جب قید سے چھوٹ آئے۔ تب حضرت عزیرؑ نے راہ میں ایک شہر دیکھا جو کہ ویران تھا۔ اور اسکی عمارت گری ہوئی دیکھ کر اپنے جی میں کہا کہ یہاں کے رہنے والے سب مر گئے۔ کیونکر حق تعالےٰ ان کو زندہ کرے گا۔ اور اس طرح اس شہر کو پھر آباد کرے گا۔ اسی جگہ انکی روح قبض ہوئی اور ان کی سواری کا گدھا بھی مر گیا۔ سو برس تک اسی حال میں رہے اور کسی نے نہ ان کو وہاں آ کر دیکھا نہ انکی خبر ہوئی۔ اس مدت میں بخت نصر بھی مر گیا۔ اور کسی بادشاہ نے اس مدت میں بیت المقدس کو آباد کیا۔ اور اس شہر کو بھی خوب آباد کیا پھر سو برس کے بعد حضرت عزیرؑ زندہ کئے گئے ان کا کھانا اور پینا اسی طرح پاس دھرا ہوا تھا۔ ان کا گدھا جو مر چکا تھا اور انکی بوسیدہ ہڈیاں اپنی حالت پر دھری تھیں۔ وہ انکے روبرو زندہ کیا گیا۔ اور اس سو برس میں بنی اسرائیل قید سے خلاص ہو کر شہر میں آباد بھی ہو چکے تھے۔ حضرت عزیرؑ نے زندہ ہو کر شہر آباد ہی دیکھا۔ جب حضرت عزیرؑ فوت ہوئے تھے اس وقت کچھ دن چڑھا تھا۔ اور جب زندہ ہوئے تو ابھی شام نہ ہوئی تھی۔ تو یہ سمجھے کہ اگر میں یہاں کل آیا تھا تو ایک دن ہوا۔ اور اگر آج ہی آیا تھا تو دن سے بھی کم رہا۔ حضرت عزیرؑ کے سامنے وہ سب ہڈیاں موافق ترکیب بدن کے جمع کی گئیں۔ پھر ان پر گوشت پھیلایا گیا اور چمڑا درست ہوا۔ پھر خدا کی قدرت سے یکبارگی اس میں جان آئی اور اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنی بولی بولا۔

حضرت عزیرؑ نے اس تمام کیفیت کو ملاحظہ کرنیکے بعد فرمایا کہ مجھ کو خوب یقین ہوا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یعنی میں جو جانتا تھا کہ مردہ کو جلانا خدا تعالےٰ کو آسان ہے۔ سو اب اپنی آنکھ سے دیکھ لیا۔ یہ مطلب نہیں کہ پہلے یقین میں کچھ کمی تھی۔ ہاں مشاہدہ نہ ہوا تھا۔ پھر حضرت عزیرؑ یہاں سے اُٹھ کر بیت المقدس میں پہنچے۔ کسی نے ان کو نہ پہچانا کیونکہ یہ تو جوان رہے اور ان کے آگے کے بچے بوڑھے ہو گئے۔ جب انہوں نے توریت حفظ سنائی تب لوگوں کو ان کا یقین آیا۔ بخت نصر بنی اسرائیل کی تمام کتابیں جلا گیا تھا۔ جن میں توراۃ بھی تھی۔ خلاصہ یہ ہوا کہ یقین پورا تھا۔ صرف عین الیقین کے خواستگار تھے۔

تیسرا واقعہ

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰىؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًاؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۠ ۵ پ۳ ع ۳۔ ترجمہ اور جب ابراہیمؑ نے اپنے پروردگار سے کہا۔ کہ اے رب مجھے دکھلا دے کہ تو مُردوں کو کیونکر زندہ کرے گا۔ فرمایا۔ کیا تو نے یقین نہیں کیا۔ کہا کیوں نہیں۔ لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ میرے دل کو تسکین ہو جائے۔ فرمایا کہ تو چار پرندے پکڑ لے۔ پھر ان کو اپنے ساتھ ہلا لے۔ پھر ہر پہاڑ پر ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑہ رکھ دے۔ پھر ان کو بلا تو تیرے پاس دوڑتے چلے آئیں گے۔ اور جان لے کہ اللہ تعالےٰ بیشک زبردست حکمت والا ہے

تشریح۔ حضرت ابراہیمؑ حسب ارشاد الٰہی چار جانور لائے۔ ایک مور۔ دوسرا کوّا۔ تیسرا مُرغ۔ چوتھا کبوتر۔ اور چاروں کو اپنے ساتھ ہلایا تاکہ پہچان رہے اور بلانے سے آنے لگیں پھر چاروں کو ذبح کیا۔ پھر ایک پہاڑ پر چاروں کے سر رکھے ایک پر پَر رکھے۔ ایک پر سب کے دھڑ رکھے۔ ایک پر پاؤں رکھے۔ پہلے بیچ میں کھڑے ہو کر ایک کو پکارا اس کا سر اُٹھ کر ہوا میں کھڑا ہوا۔ پھر دھڑ ملا۔ پھر پر لگے۔ پھر پاؤں۔ وہ دوڑتا چلا آیا۔ پھر اسی طرح چاروں آ گئے۔

خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالےٰ زبردست قدرت والا ہے جو چاہے کر سکتا ہے اور اس کے ہر حکم میں اس قدر حکمتیں ہوتی ہیں کہ جن کا ادراک اور احاطہ اگر ہم کو نہ ہو تو یہ ہماری کم علمی کی وجہ سے ہے۔ اس کی حکمت کا انکار ایسے امور سے ہرگز ممکن نہیں (مولانا عثمانیؒ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام پیغمبر تھے۔ اللہ کے فرشتے اور اللہ کے احکام ان کے پاس آتے تھے۔ ان کو مُردوں کے جی اُٹھنے میں کوئی شک نہ تھا۔ لیکن انہوں نے آنکھ سے دیکھنا چاہا۔ انسانی عادت یہ ہے کہ جس بات کو سنتا ہے۔ اس کو دیکھنا چاہتا ہے۔ ابراہیمؑ نے اپنے یقین کو زیادہ کرنے کی درخواست کی اس سے یہ مراد نہیں کہ ابراہیمؑ کو پہلے یقین نہ تھا اور خود قرآن میں موجود ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ان سے پوچھا۔ کیا تم کو یقین نہیں۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں یعنی یقین تو ہے۔ مگر دل کو پورا پورا اطمینان دینا چاہتا ہوں۔ اور حشر و نشر میں کسی کو شک ہو تو وہ کفر ہے۔ پیغمبر کفر سے معصوم ہیں۔

تجربہ کار بزرگوں اور بڑوں کی نہایت کام آنے والی نصیحتیں

(۱) ہر سکھ کے ساتھ دُکھ اور ہر تکلیف کے ساتھ آرام لگا ہوا ہے۔

(۲) ہر انسان کی زندگی میں تکلیفیں آتی ہیں اس سے نہ گھبراؤ۔

(۳) غریبی میں صبر سے کام لو اور مالدار ہو کر بھی نیچاپن رکھو۔

(۴) جن تکلیفوں سے بچ نہیں سکتے۔ ان سے گھبرانا فضول ہے۔

(۵) جن کا علاج کچھ نہیں ہے۔ اس کو صبر اور استقلال سے برداشت کرو۔

(۶) صبر اتنی قیمتی چیز ہے کہ وہ خریدی نہیں جا سکتی

(۷) ہر تکلیف میں صبر اور استقلال سے کام لو تکلیف زیادہ معلوم نہ ہو گی۔

(۸) نا امید مت بنو۔ اس سے انسان کاہل اور ناکارہ ہو جاتا ہے۔

(۹) صبر کامیابی کی کنجی ہے۔

(۱۰) صبر اگرچہ کڑوا ہے۔ مگر اس کا پھل بہت میٹھا ہوتا ہے۔

(۱۱) تکلیف اس طرح برداشت کرو کہ دوسرں کو اس کا پتہ نہ لگے۔

(۱۲) فکر اور تردّد نہ کرو۔ اس سے انسان کمزور ہو جاتا ہے۔

(۱۳) بخش دینے میں جو مزہ ہے۔ وہ بدلہ لینے میں نہیں ہے۔

(۱۴) دوسروں سے جو نقصان پہنچے۔ ان کو بھول جاؤ۔ تمہاری بڑائی ثابت ہو گی

(۱۵) نیک خیالات سے جسمانی بیماریوں کو آرام ہوتا ہے۔

۱۶۔ غیر کی عورت کو ہمیشہ بہن کے برابر سمجھو ؏

اسلام اور تبلیغ

ذیل میں ہم اپنے ایک مخلص سرپرست کا ایک مختصر سا مضمون ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ وہ کچھ عرصہ سے انگلستان میں مقیم ہیں۔ ہفت روزہ خدام الدین کے خریدار ہیں اور اس کی توسیع اشاعت میں کافی دلچسپی لے رہے ہیں۔ صاحب موصوف کی خواہش ہے کہ خدام الدین کا ایک انگریزی ایڈیشن انگلستان سے شائع ہو اور عربی ایڈیشن مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ سے۔ ابھی تک انکی اس تمنا کے پورا ہونے کے اسباب پیدا نہیں ہو سکے۔ خدا کرے کہ مستقبل قریب میں ان کی یہ تمنا بارآور ہو جائے۔ انگلستان میں ہفت روزہ خدام الدین ان کے ہاں سے مفت مل سکتا ہے۔ خواہشمند حضرات اس پتہ پر خط وکتابت کریں۔

راؤ شمشیر علی خان صاحب۔ ۳۱ البین سٹریٹ ہڈرس فیلڈ انگلینڈ

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت نے دنیا میں اپنے بیشمار برگزیدہ اور نیک بندے پیغمبر بناکر صرف اس لئے مبعوث فرمائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اس کے بندوں تک پہنچائیں اور ان کے سامنے نمونہ بن کر ان کو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرمائیں۔ جن خوش نصیب انسانوں نے اللہ تعالےٰ کے احکام مانے اور اس کے رسولوں کے نقش قدم پر چلے۔ وہ دنیا میں بھی خوشگوار زندگی بسر کر گئے اور مرنے کے بعد بھی اپنی قبروں کو بہشت کے باغ بنا گئے۔ اللھم اجعلنا منھم۔ جن بد نصیب انسانوں نے اللہ تعالےٰ کے احکام کو جھٹلایا اور اسکے رسولوں کی نافرمانی کی۔ ان کو دنیا میں بھی اللہ تعالےٰ نے ذلیل و خوار کیا اور مرنے کے بعد ان کی قبریں جہنم کا گڑھا بن گئیں۔ اللھم لاتجعلنا منھم۔

انبیاء علیہم السلام کے مبارک سلسلہ کی آخری کڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؐ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والی نسل انسانی کو ایک ایسا جامع قانون عطا فرمایا جو بھٹکے ہوئے انسانوں کو سیدھا راستہ دکھا کر اللہ تعالیٰ کی رضاء کا تمغہ دلانے کا کفیل ہے۔ اس جامع قانون کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالےٰ نے خود لے رکھا ہے۔ اس لئے اس میں قیامت تک کوئی رد و بدل نہیں ہو سکیگا۔ رسول اللہؐ کی مبارک زندگی کا ہر لمحہ مسلمان کے لئے نمونہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ قرآن مجید کو اس کے بندوں تک پہنچا دیں۔ آپؐ نے اس فرض منصبی کے پورا کرنے میں اپنی ساری زندگی صرف فرما دی۔ آپؐ کی تبلیغ ہی کا نتیجہ تھا کہ ...... دنیا کے انسانوں کے لئے آپؐ کے ساتھ صحابہ کرامؓ بھی ...... نمونہ بن گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید کی تبلیغ کا حق ادا کر دیا یہ انہی کی تبلیغ کا نتیجہ ہے کہ آج اس دنیا میں ستر کروڑ مسلمان آباد ہیں غرضیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چراغ تھے۔ جس سے پہلے صحابہ کرامؓ نے روشنی حاصل کی اور ان کے بعد تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے چراغ سے چراغ روشن کیا۔ اس طرح یہ روشنی ریگستان عرب سے نکل کر تمام دنیا میں پھیل گئی اب یہی روشنی پھیلتی ہوئی چودہ سو سال بعد ہم تک پہنچی ہے۔ چراغ وہی ہے جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں روشن ہوا۔ اس کی روشنی آج تمام اسلامی دنیا کو منور کر رہی ہے۔ اسی چراغ کی روشنی ہاتھ میں لے کر آج کل ہزاروں مسلمان دنیا میں فریضہ تبلیغ ادا کر رہے ہیں اللہ تعالےٰ ان مبلغین اسلام کو دنیا اور آخرت میں اجر عظیم عطا فرمائے۔ آج بھی ایشیا افریقہ یورپ اور امریکہ کے اکثر ممالک میں مبلغین اسلام اللہ تعالےٰ کے احکام کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ان کی کوششیں ہر جگہ بارآور ہو رہی ہیں۔ ہندو پاکستان کی تبلیغی جماعتیں جہاں کہیں بھی اسلام کی روشنی لے کر پہنچی ہیں۔ وہاں کے لوگوں نے ان کا خیر مقدم کیا ہے۔ چنانچہ جاپان اور جنوبی کوریا میں اسلام تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ تبلیغی وفود بھیجنے کے علاوہ ضرورت ہے کہ ہر زبان میں قرآن مجید کے تراجم تفاسیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی سیرت پر لٹریچر شائع کر کے برائے نام قیمت لے کر تقسیم کیا جائے۔ اسلامی حکومتوں کو بھی اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ دنیا پیاسی ہے اور اسلام ہی اسکی پیاس کو بجھا سکتا ہے۔

یہ تو غیر مسلموں میں تبلیغ کا ذکر تھا۔ اب میں مسلمانوں میں تبلیغ کی ضرورت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ دنیا میں ہر جگہ بے شمار ایسے مسلمان موجود ہیں۔ جن کو نہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آتا ہے اور نہ نماز آتی ہے۔ وہ صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے ہیں اور محمد دین اور اللہ دتا جیسے اسلامی نام ان کے مسلمان ہونے کی نشانی ہے۔ ضرورت ہے کہ ان کو بھی تبلیغ کی جائے تاکہ وہ اسلام کی تعلیمات سے روشناس ہو کر مہد سے لحد تک تمام امور کو کتاب و سنت کی روشنی میں سر انجام دے سکیں۔ اس کام کو منظم طریقہ سے چلانے کے لئے ہر شہر قصبہ اور دیہات میں جماعتیں بنا لی جائیں جو نماز عشا کے بعد کم و بیش ایک گھنٹہ اس کام میں صرف کریں۔ مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالےٰ اس تبلیغ کے حوصلہ افزاء نتائج برآمد ہونگے۔ اسکے علاوہ ہر خاندان کا ذمہ دار شخص دوسرے افراد کنبہ کو ارکان اسلام سے روشناس کرانیکی کوشش کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے ہر ایک راعی (حاکم) ہے اور اس سے اسکی رعیت کے متعلق باز پرس ہو گی۔ ارشاد نبویؐ کے ماتحت سب سے پہلے اسلامی حکومتوں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی رعایا کو کتاب و سنت کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔ اس کے بعد ماں باپ کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دنیوی علوم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے بھی بہرہ ور کریں۔

حکومت اور قومی اداروں کا فرض ہے کہ وہ تعلیم بالغان کے مراکز بھی قائم کریں۔ جن میں نوشت و خواند کے علاوہ اسلامی تعلیم کا بھی بندوبست کیا جائے۔ بعض لوگ عمر رسیدہ ہونیکے بعد کلمہ اور نماز سیکھنے میں شرم محسوس کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ عرض کر دینا بیجا نہ ہوگا کہ تعلیم بالغان کے فروغ کے لئے ایسی تدابیر اختیار کی جائیں کہ عمر رسیدہ لوگوں کو تعلیم حاصل کرنے میں شرم محسوس نہ ہو۔

یورپ میں آج بھی ساٹھ ستر سال کے بوڑھے علم حاصل کرنے کی غرض سے سکولوں اور کالجوں میں داخل ہونے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ اگر وہ دنیوی علوم حاصل کرنے میں عار نہیں سمجھتے تو ہمیں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسلامی تعلیم حاصل کرنے میں عار کیوں ہو

و ما علینا الا البلاغ۔

از جناب محمد شفیع عمر الدین بھٹہ 

قیامت کی گھبراہٹ

اللہ کے بندو!

غفلت کے پردے فوراً چاک کر دو اور ذرا غور تو کرو کہ ہر جاندار کے لئے فنا ہے
كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط
(آل عمران آیت ۱۸۵) (ترجمہ۔ ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔) اور پھر مر کر انسان اپنے مالک کی طرف جائے گا۔
وَ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ۝ (الانبیاء آیت ۳۵)
(ترجمہ۔ اور ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے)
اور اس کے بعد مر کر جی اُٹھنے کا دن بھی مقرر ہے۔ اور قیامت قائم ہوگی۔
إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۝
(النبا آیت ۱۷-۱۸) (ترجمہ۔ بے شک فیصلہ کا دن معین ہو چکا ہے۔ جس دن صُور میں پھونکا جائے گا۔)
اور پھر دنیا میں جو بھلے بُرے عمل کئے تھے ان کا حساب ہوگا۔
يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ط أَحْصَاهُ اللّٰهُ وَ نَسُوهُ وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ المجادلۃ آیت ۶)
ترجمہ۔ جس دن اللہ سب کو قبروں سے اٹھائے گا۔ پھر ان کو بتائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے۔ جس کو اللہ نے یاد رکھا ہے اور وہ بھول گئے ہیں اور اللہ کے سامنے ہر چیز موجود ہے۔
یاد رہے قیامت کا دن بڑا ہولناک ہے
إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝
الحج آیت ۱۔ ترجمہ۔ بیشک قیامت کا زلزلہ ایک بڑی چیز ہے۔
جن عزیزوں اور رشتہ داروں کے واسطے یہ لوگوں پر ظلم کرتا رہا۔ قیامت کے دن ان سب کو بھول جائے گا۔ ان سے دور بھاگیگا صرف اپنے چھٹکارے کی فکر دامنگیر ہوگی۔
يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَ أُمِّهِ وَ أَبِيهِ ۝ وَ صَاحِبَتِهِ وَ بَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝ عبس آیت ۳۴-۳۷۔ ترجمہ۔ جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اس کو اوروں کی طرف سے بے پرواہ کر دے گی۔
حضرت شیخ سعدیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

نیاز مندئ یاراں ندارمت سودی
مگر عمل کہ ترا بار یار خواہد بود
بسا سوار کہ آنجا پیادہ خواہد شد
بسا پیادہ کہ آنجا سوار خواہد بود
بسا امیر کہ آنجا اسیر خواہد بود
بسا اسیر کہ فرماں گزار خواہد بود
بسا امام ریالی کہ پیشوائے بزرگ
کہ روز حشر و جزا شرمسار خواہد بود
چرا از حال قیامت دمی نیندیشی
کہ حال بیخبراں سخت زار خواہد بود
(از قصاید فارسیہ)

۱۔ گرفت

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَزِعُوا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ ۝ وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ ج وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ ۝ وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ ج وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ ۝ (السباء آیت ۵۱-۵۳)۔ ترجمہ اور کاش آپ دیکھیں جبکہ وہ گھبرائے ہوئے ہونگے۔ پس بچ نہ سکیں گے اور پاس ہی پکڑے جائیں گے۔ اور کہیں گے ہم اس (قرآن) پر ایمان لے آئے ہیں۔ اور اتنی دُور سے (ایمان کا) ان کے ہاتھ آنا کہاں ممکن ہے۔ حالانکہ پہلے تو اس کا انکار کرتے رہے اور بے تحقیق باتیں دُور ہی دور سے ہانکا کرتے تھے "یعنی ایمان لانے کا وقت نہ رہا (موضح القرآن)
کفار کے لئے قیامت کے دن بھاگنا چھپنا یا کسی کی مدد سے بچاؤ ممکن نہیں جب اس دن عذاب میں گرفتار ہوں گے تو کہیں گے اب ہم ایمان لے آئے۔ مگر ایمان لانے کا مقام دنیا تھی جو اب بہت دور چلی گئی۔ اب ایمان لانا کوئی نفع نہ دیگا کیونکہ دنیا میں یہ کفر پر اڑے رہے۔ عبدیت کے صحیح پروگرام (قرآن مجید) کو پس پشت ڈال کر بے تحقیق باتوں کے پیچھے چلتے رہے اور اس کا انکار کرتے رہے۔ دینی شعائر کا مذاق اڑاتے رہے۔
حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ شبہات اور شکوک سے بچو۔ اس پر جس کی موت آئی وہ قیامت کے دن اسی پر اٹھایا جائے اور جو یقین پر رہا اسے یقین پر ہی اٹھایا جائے گا۔ (ابن کثیر)

۲۔ گھبراہٹ

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ط وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ ۝ (النمل آیت ۸۷) ع ۷، پ ۲۰)۔ ترجمہ۔ اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے سب ہی گھبرائیں گے۔ مگر جسے اللہ چاہے اور سب اس کے پاس عاجز ہو کر چلے آئیں گے۔
صور پھونکنے والا فرشتہ اسرافیلؑ ہے جو حکم الٰہی کے انتظار میں صور لئے کھڑا ہے بعض روایات میں ہے کہ "الا من شاء اللّٰہ" جبرئیلؑ میکائیلؑ اسرافیلؑ اور ملک الموت ہیں اور بعض شہدا کو اس کا مصداق قرار دیا ہے واللہ اعلم۔
حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ایک بار صور پھنکے گا۔ جس سے خلق مر جائے گی۔ دوسرا پھنکے گا تو جی اُٹھیں گے۔ اس کے بعد پھنکے گا تو گھبرا جائیں گے۔ پھر پھنکیگا تو بیہوش ہو جائیں گے۔ پھر پھنکے گا تو ہشیار ہوں گے۔ صور پھنکنا کئی بار ہے (موضح) اور بہت سے علما صرف دو نفخے ہی مانتے ہیں۔ یعنی کل دو مرتبہ پھنکے گا۔ اور سب احوال کو انہیں دو میں درج کرتے ہیں۔
(حضرت شیخ الاسلام عثمانی رحمۃ اللہ علیہ)
حدیث۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کیونکر آرام و سکون سے بیٹھوں۔ حالت یہ ہے کہ صور پھونکنے والا (یعنی اسرافیلؑ) صور منہ میں دبائے ہوئے ہے۔ کان (حکم سننے کے لئے) لگائے ہوئے ہے۔ پیشانی جھکائے ہوئے ہے اور انتظار میں ہے کہ کب صور پھونکنے کا حکم ملے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ (جب یہ حالت ہے تو آپؐ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں آپؐ نے فرمایا حسبنا اللہ و نعم الوکیل پڑھا کرو۔

۳۔ گھبراہٹ سے امن

وَمَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا

باقی صفحہ ۱۸ پر

خاموش مبلغ ملتان

وظائف ولطائف

نوافل اشراق چاشت اوّابین تہجد اور حصول برکات کے لئے نماز حاجت اور صلوٰۃ التسبیح کے فضائل اور پڑھنے کا طریقہ و اوقات

نماز اشراق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص نماز فجر با جماعت پڑھ کر ذکر الٰہی میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو گیا۔ پھر اس نے دو رکعت نفل پڑھے تو اُسے پورے حج وعمرہ کا ثواب ملیگا (ترمذی شریف) بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں آیۃ الکرسی اور دوسری رکعت میں سورہ آل عمران کا آخری رکوع پڑھا جائے۔ یا جو کچھ بھی یاد ہو پڑھ لیا جائے۔

نماز چاشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں سونے کا محل بنائے گا اور جو چاشت کی دو رکعت ہمیشہ پڑھے۔ اس کے گناہ بخش دیئے جائینگے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (ترمذی و ابن ماجہ)

اس نماز کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال سے پہلے (یعنی نصف النہار شرعی) تک ہے۔

نوافل اوّابین یہ نماز مغرب کے فرض اور سنّت پڑھنے کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ کم از کم چھ رکعت نفل پڑھنے چاہئیں یہ نوافل بھی خیر و برکت کا موجب ہیں۔

نماز تہجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک محل ہے اور یہ اس کیلئے ہے جو تہجد پڑھے (حاکم) ایک حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ رات میں عبادت کرنے والے جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ تہجد کے لئے نماز عشا کے بعد سونا شرط ہے۔ اگر رات کے تین حصے کئے جائیں تو آخری تہائی میں یا نصف شب کے بعد نماز تہجد کا بہترین وقت ہے۔ نماز تہجد کی کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ آٹھ یا بارہ رکعت ہیں۔ اول رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورہ اخلاص بارہ مرتبہ پڑھے۔ دوسری رکعت میں گیارہ مرتبہ اور اسی طرح ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ کم کرتا جائے آخر رکعت میں صرف ایک مرتبہ پڑھے یا جتنی توفیق ہو پڑھے۔

دعائے نیم شبی جب آدھی رات کو نماز تہجد کے لئے جاگے تو مندرجہ ذیل دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِیْھِنَّ وَ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ الْحَقُّ وَ لِقَاؤُکَ حَقٌّ وَقَوْلُکَ حَقٌّ وَالْجَنَّۃُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَۃُ حَقٌّ اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ وَ اِلَیْکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ ۔ ترجمہ۔ اے اللہ سب تعریف تیرے لئے ہی ہے تو ہی آسمانوں اور زمین کو قائم رکھنے والا ہے اور اس چیز کو جو ان کے درمیان ہے اور تیرے ہی لئے سب تعریف ہے۔ تو ہی آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کا روشن کرنے والا ہے اور تیرے ہی لئے ساری تعریف ہے تو ہی آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے اس کا مالک ہے اور تیرے ہی لئے ساری تعریف ہے۔ تو ہی حق ہے۔ تیرا وعدہ سچا ہے۔ تیری ملاقات حق ہے۔ تیرا قول حق ہے۔ جنت حق ہے۔ دوزخ حق ہے۔ انبیاءؑ حق ہیں اور محمدؐ سچے ہیں۔ قیامت حق ہے۔ اے اللہ میں تیرا ہی تابعدار ہوں۔ تجھی پر ایمان لاتا ہوں اور تجھ پر ہی بھروسہ کرتا ہوں۔ تیری طرف ہی رجوع کرتا ہوں تیری ہی مدد سے دشمنوں سے جھگڑتا ہوں۔ تیری ہی طرف فریادی ہوں تو میرے ان گناہوں کو بخش دے جو میں نے پہلے کئے ہیں یا آئندہ سرزد ہوں اور جو پوشیدہ طور پر ہوئے یا جن کو میں نے ظاہر طور پر کیا۔ اور تو ان گناہوں کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو ہی مقدم ہے اور تو ہی موخر ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تیرے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔

صلوٰۃ التسبیح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ نماز نفل تعلیم فرمائی تھی اور فرمایا کہ اس نماز کے پڑھنے والے کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نماز کو روزانہ پڑھو یا ہر جمعہ کے دن ایک بار پڑھو۔ یہ بھی نہ ہوسکے تو ہر مہینہ میں ایک بار پڑھو۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو سال میں ایک بار یا کم از کم عمر میں ایک بار تو ضرور پڑھ لو۔ بیشمار دینی اور دنیوی برکات کے حصول کے علاوہ بہت ثواب کے حصول کا سبب ہے۔ ترکیب یہ ہے کل چار رکعت نماز نفل صلوٰۃ التسبیح کی نیت کرکے تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہہ کر ثناء سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ الخ پڑھو۔ پھر ۱۵ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ

وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے - اس کے بعد اعوذ باللہ بسم اللہ - الحمد شریف یا کوئی سورت پڑھ کر دس بار یہی تسبیح پڑھو - پھر رکوع میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کے بعد دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھو - پھر رکوع سے سر اٹھا کر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد کہنے کے بعد دس بار یہی تسبیح پڑھو - پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جا کر تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰے کہنے کے بعد دس بار یہی تسبیح پڑھو - پھر سجدہ سے سر اُٹھا کر دس بار یہی تسبیح کہو - پھر دوسرے سجدہ میں بھی دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھو - پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جاؤ - اور ۱۵ مرتبہ تسبیح مذکورہ پڑھ کر بسم اللہ الحمد للہ اور سورۃ کے بعد دس مرتبہ مذکورہ تسبیح پڑھو - اور حسب سابق رکوع سجود میں تسبیح پڑھ کر درمیانی قعدہ کیا جائے اور التحیات و درود شریف اور دعا مکمل پڑھی جائے اور بجائے سلام پھیرنے کے اللہ اکبر کہہ کر کھڑے ہو جاؤ اور اسی طرح دو رکعتیں مزید پڑھی جائیں - ہر رکعت میں ۷۵ مرتبہ مذکورہ تسبیح پڑھی جائے گی - چار رکعتوں میں کل ۳۰۰ تسبیح ہو جائے گی -

یہ نماز اوقات مکروہہ و ممنوعہ کے علاوہ جب چاہو پڑھی جا سکتی ہے -

نماز حاجت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز ایک نابینا کو تعلیم فرمائی تھی - جب انہوں نے یہ نماز پڑھی تو پڑھتے ہی آنکھیں روشن ہو گئی تھیں (ترمذی طبرانی و ابن ماجہ)

اگر کوئی مہم یا مشکل در پیش ہو تو خوب اچھی طرح سے وضو کرو - عمدہ اور ستھرے کپڑے پہنو - پھر دو رکعت نفل پڑھو اور سلام پھیرنے کے بعد مندرجہ ذیل دعا پڑھنی چاہیئے -

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَسْأَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

ترجمہ - نہیں کوئی عبادت کے لائق سوا اللہ تعالےٰ کے جو تحمل والا - عزت والا اللہ پاک ہے اور صاحب عرش عظیم ہے اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے (اے اللہ) تجھ سے وہ کام مانگتا ہوں جو تیری رحمت کا سبب ہیں - اور جن سے تیری بخشش ضروری ہو اور لوٹ ہو ہر نیکی سے اور سلامتی ہو ہر گناہ سے - مجھ پر نہ چھوڑ کوئی گناہ مگر یہ کہ اس کو بخشدے اور اور نہ کوئی فکر ہو - مگر تو اس کو دور کر دے اور کوئی حاجت ایسی نہ ہو کہ وہ تیری مرضی کے موافق ہو - مگر تو اس کو پورا کر دے - اے سب مہربانوں کے مہربان (قبول فرما)

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَالْفِعْلِ وَالْعَمَلِ وَالنِّیَّۃِ وَالْھُدٰی اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

بقیہ قیامت کی گھبراہٹ

صفحہ ۱۶ سے آگے

وَ ھُمْ مِنْ فَزَعٍ یَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ۝ (النمل آیت ۸۹ - ع ۷ - پ ۲۰) -

جو نیکی لائے گا - سو اسے اس سے بہتر بدلہ ملے گا - اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے بھی امن میں ہونگے -

حاصل کلام - حسنات اور نیکیاں قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے امن میں رکھینگی - اس لئے انسان سے جس قدر ہو سکے - اس چار روزہ زندگی میں نیکیوں کا سرمایہ سمیٹ لے - اور تعلق باللہ درست کر لے - اور اس کی مخلوق کے حقوق بھی ادا کرتا رہے -

لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّھِمُ الْحُسْنٰی ط (الرعد آیت ۱۸) ترجمہ - جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا - ان کے واسطے بھلائی ہے -

حاصل کلام بھلائی کا دستور العمل یہ ہے کہ سب اوامر الٰہی پر عمل کرے اور اس کے نواہی سے بچے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر محکم رہے - قرآن کریم اور اس کی شرح حدیث شریف سے بہرہ ور ہوتا رہے -

الٓمّٓ ۝ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ ۝ ھُدًی وَّ رَحْمَۃً لِّلْمُحْسِنِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ۝

ترجمہ - یہ آیتیں حکمت والی کتاب کی ہیں جو نیک بختوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے - وہ جو نماز ادا کرتے ہیں اور زکواۃ دیتے ہیں اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں -

الحمد للہ - نیکوکاروں کو اللہ تعالےٰ کا ساتھ حاصل ہے اور جس کا ساتھی اللہ ہو اس سے زیادہ خوش نصیب اور کون ہو سکتا ہے -

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝ (النحل آیت ۱۲۸ - ع ۱۶) - بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے - جو پرہیز گار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں -

۴ - تمہارا دن

لَا یَحْزُنُھُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَ تَتَلَقّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ط ھٰذَا یَوْمُکُمُ الَّذِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (الانبیاء آیت ۱۰۳)

ترجمہ - نہ غم ہوگا - ان کو اس بڑی گھبراہٹ میں - لینے آئیں گے ان کو فرشتے - آج تمہارا دن ہے - جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا -

موت کی گھبراہٹ - نفخے کی گھبراہٹ لوگوں کی جہنم میں داخلہ کے وقت کی گھبراہٹ اس گھڑی کی گھبراہٹ جبکہ جہنم پر ڈھکن ڈھک دیا جائے گا - جبکہ موت کو دوزخ اور جنت کے درمیان ذبح کیا جائے گا - غرض کسی اندیشے کا درد ان پر نہ ہوگا - وہ ہر غم و ہراس سے دُور ہوں گے - پورے مسرور ہوں گے - خوش ہوں گے - ناخوشی سے کوسوں الگ ہوں گے - فرشتوں کے پرے کے پرے ان سے ملاقاتیں کر رہے ہوں گے - اور اُنہیں ڈھارس دیتے ہوئے کہتے ہوں گے - کہ اسی دن کا وعدہ تم سے کیا گیا تھا - (ابن کثیر)

بچوں کا صفحہ

از کمال الدین صاحب مدرس لاہور کارپوریشن

حضرت لقمان حکیم کی طرف سے اپنے بیٹے کو حکمتیں اور نصیحتیں

حضرت براءؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دنیا میں اپنی شہوتوں کو پورا کرتا ہے۔ وہ آخرت میں اپنی خواہشات کے پورا کرنے سے محروم ہوتا ہے۔ اور جو شخص دنیا میں ناز پروردہ (رئیس) لوگوں کی زیب و زینت کی طرف (للچائی ہوئی) نظروں سے دیکھتا ہے۔ وہ آسمانوں کی بادشاہت میں ذلیل سمجھا جاتا ہے اور جو شخص کم سے کم روزی پر صبر و تحمل کرتا ہے۔ وہ جنت میں فردوس اعلےٰ میں ٹھکانا پکڑتا ہے۔ (در منثور)

حضرت لقمانؑ مشہور حکیم ہیں۔ قرآن پاک میں بھی ان کی نصائح کا ذکر فرمایا گیا۔ یہ ایک حبشی غلام سیاہ فام تھے۔ خدا تعالیٰ نے نوازا کہ حکیم لقمان بن گئے۔ بعض روایات میں ہے کہ حق تعالےٰ نے ان کو اختیار دیا تھا کہ حکمت اور بادشاہت میں سے جس کو چاہیں پسند کر لیں تو انہوں نے حکمت کو پسند فرمایا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان سے ارشاد فرمایا۔ کیا تم اس کو پسند کرتے ہو کہ تم کو بادشاہ بنا دیا جائے اور تم حق کے موافق حکومت کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر میرے رب کی طرف سے یہ حکم ہے تو مجھے عذر نہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے میری اعانت ہوگی۔ اور اگر مجھے اس کا اختیار ہے کہ میں قبول کروں یا نہ کروں تو میں معافی کا خواستگار ہوں۔ میں اپنے ذمہ مصیبت رکھنا نہیں چاہتا۔ فرشتوں نے پوچھا کہ لقمانؑ یہ کیا بات ہے جواب دیا کہ حاکم بڑی سخت جگہ میں ہوتا ہے ناگوار چیزیں اور ظلم ہر طرف سے اس کو گھیر لیتا ہے۔ اس میں اسکی مدد ہو سکے یا نہ ہو سکے۔ اگر حق کے مطابق فیصلہ کرے۔ تب تو نجات ہو سکتی ہے۔ ورنہ جنت کے راستہ سے بھٹک جائے گا۔

اور کوئی شخص دنیا میں ذلیل بن کر دن گذار دے یہ اس سے بہتر ہے کہ دنیا میں شریفانہ زندگی گذار کر (آخرت کے اعتبار سے) ضائع ہو جائے اور جو شخص دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے۔ دنیا تو اس سے چھوٹ جاتی ہے۔ اور آخرت کے کام کا رہتا نہیں۔ فرشتوں کو انکے جواب سے بڑی حیرت ہوئی۔ اس کے بعد وہ سو گئے۔ تو حق تعالےٰ شانہٗ نے ان پر حکمت کو ڈھانک دیا۔ (درمنثور)

ان سے جو حکمتیں اور اپنے صاحبزادے کو نصیحتیں نقل کی گئیں بڑی عجیب ہیں۔ وہ بہت کثرت سے روایات میں آئی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ بیٹا علماء کی مجلس میں کثرت سے بیٹھا کرو۔ اور حکماء کی بات اہتمام سے سُنا کرو۔ اللہ تعالےٰ شانہٗ حکمت کے نور سے مُردہ دل کو ایسا زندہ فرماتے ہیں۔ جیسا کہ مردہ زمین زور دار بارش سے زندہ ہوتی ہے۔ ایک شخص ان کے پاس سے گذرا ان کے پاس اس وقت مجمع بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگا کیا تو فلاں قوم کا غلام نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں ان کا غلام تھا۔ اس نے پوچھا کیا تو وہی نہیں ہے جو فلاں پہاڑ کے قریب بکریاں چرایا کرتا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں وہی شخص ہوں۔ اس نے پوچھا کہ پھر تو اس مرتبہ پر کیسے پہنچ گیا۔ انہوں نے فرمایا چند چیزوں کی پابندی اور اہتمام کرنے سے وہ چیزیں یہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا خوف اور بات میں سچائی اور امانت کا پورا پورا ادا کرنا اور بے کار گفتگو سے احتراز۔ ان کا ارشاد ہے کہ بیٹا اللہ تعالےٰ سے اس طرح امید رکھو کہ اس کے عذاب سے بیخوف نہ ہو جاؤ۔ اور اس طرح اس کے عذاب سے خوف کرو کہ اس کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ۔ صاحبزادہ نے عرض کیا کہ دل تو ایک ہی ہے۔ اس میں خوف اور امید دونوں کس طرح جمع ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ مومن ایسا ہی ہوتا ہے کہ اس کے لئے گویا دو دل ہوتے ہیں۔ ایک میں پوری امید اور ایک میں پورا خوف۔

ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ بیٹا رب اغفرلی بہت پڑھا کرو۔ اللہ تعالےٰ کے الطاف میں بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ان میں جو کچھ آدمی مانگتا ہے وہ مل جاتا ہے ان کا ارشاد ہے کہ بیٹا نیک عمل لقمہ

کے ساتھ یقین بغیر نہیں ہو سکتا۔ جس کا یقین ضعیف ہوگا۔ اس کا عمل بھی سست ہوگا۔ بیٹا! جب شیطان تجھے کسی شک میں مبتلا کرے تو اس کو یقین کے ساتھ مغلوب کر اور جب وہ تجھے عمل میں سستی کرنے کی طرف لے جائے تو قبر اور قیامت کی یاد سے اس پر غلبہ حاصل کر اور جب دُنیا میں رغبت یا (یہاں کی تکلیف کے) خوف کے راستہ سے وُہ تیرے پاس آئے تو اس سے کہدے کہ دنیا ہر حالت میں چھوٹنے والی چیز ہے۔ (نہ یہاں کی راحت کو دوام ہے نہ یہاں کی تکلیف ہمیشہ رہنے والی ہے)۔ ان کا ارشاد ہے کہ بیٹا جو شخص جھوٹ بولتا ہے۔ اس کے مُنہ کی رونق جاتی رہتی ہے۔ اور جس شخص کی عادتیں خراب ہونگی اس پر غم سوار ہوگا۔ اور پہاڑ کی چٹانوں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا احمقوں کے سمجھانے سے زیادہ آسان ہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ بیٹا جھوٹ سے اپنے آپ کو بہت محفوظ رکھو۔ جھوٹ بولنا چڑیا (پرند) کے گوشت کی طرح سے لذیذ تو معلوم ہوتا ہے۔ لیکن بہت جلد جھوٹ بولنے والے شخص کے ساتھ دشمنی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ بیٹا۔ جنازہ میں اہتمام سے شرکت کیا کرو۔ اور تقریبات میں شرکت سے گریز کیا کرو اس لیے کہ جنازہ آخرت کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ اور شادیاں تقریبات دنیا کی طرف مشغول کرتی ہیں۔ بیٹا جب پیٹ بھرا ہوا ہو۔ اس وقت نہ کھاؤ۔ پیٹ بھرے پر کھانے سے کُتے کو ڈال دینا بہتر ہے۔ بیٹا! نہ تو تم اتنا میٹھا بنو کہ لوگ تمہیں نگل جائیں نہ اتنا کڑوا بنو کہ لوگ تھوک دیں بیٹا تم مرغ سے زیادہ عاجز نہ بنو کہ وہ تو سحر کے وقت جاگ کر چلانا شروع کر دے اور تم اپنے بستر پر پڑے سوتے رہو۔ بیٹا توبہ میں دیر نہ کرو کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ وہ دفعۃً آ جاتی ہے۔ بیٹا جاہل سے دوستی نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اسکی جہالت کی باتیں تمہیں اچھی معلوم ہونے لگیں اور حکیم سے دشمنی مول نہ لو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے اعراض کرنے لگے (اور پھر اس کی حکمتوں سے تم محروم ہو جاؤ) بیٹا اپنا کھانا متقی لوگوں کو کھلاؤ۔ اور اپنے کاموں میں علماء سے مشورہ لیا کرو۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ بدترین شخص کون ہے۔ انہوں نے فرمایا جو اس کی پروا نہ کرتا ہو۔ کہ کوئی شخص اس کو برائی کرتے ہوئے دیکھ لے۔ ان کا ارشاد ہے کہ بیٹا نیک لوگوں

ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

شرح چندہ
سالانہ گیارہ روپے ششماہی چھ روپے سہ ماہی تین روپے

منظور شدہ محکمہ جیل مغربی پاکستان

رجسٹرڈ ایل ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم ۱۔ لاہور بجن نمبر ریہ چٹھی نمبری ۹/۱۶۳۳۱۔ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
۲۔ پشاور " " " T.B.C. ۲۷۳/۲۴۸۱۔ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

کے پاس اپنی نشست کثرت سے رکھا کرو کہ ان کے پاس بیٹھنے سے نیکی حاصل کر سکو گے اور اگر ان پر کسی وقت اللہ کی رحمت خاصہ نازل ہوئی تو اس میں سے تم کو بھی کچھ نہ کچھ ضرور ملے گا۔ (کہ جب بارش اترتی ہے تو وہ مکان کے سب حصوں میں پہنچتی ہے) اور اپنے آپ کو برے لوگوں کی صحبت سے دور رکھو کہ ان کے پاس بیٹھنے سے کسی خیر کی تو امید نہیں۔ اور ان پر کسی وقت عذاب ہوا تو اس کا اثر تم تک پہنچے گا۔ ان کا ارشاد ہے کہ باپ کی مار اولاد کے لئے ایسی مفید ہے۔ جیسا کہ پانی کھیتی کے لئے۔ بیٹا! تم جس دن سے دنیا میں آئے ہو۔ ہر دن آخرت کے قریب ہوتے جا رہے ہو۔ بیٹا قرض سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو کہ یہ دن کی ذلت اور رات کا غم ہے۔ (یعنی قرضخواہ کے تقاضے سے دن میں ذلت اٹھانا پڑتی ہے۔ اور رات بھر قرض کے فکر میں گذرتی ہے) بیٹا اللہ کی رحمت کی ایسی امید رکھو۔ جس سے گناہوں پر جرات نہ ہونے پائے اور اس کے خوف سے ایسا ڈرو کہ اسکی رحمت سے ناامیدی نہ ہو جائے۔ بیٹا جب تم سے کوئی شخص آکر کسی کی شکایت کرے۔ کہ فلاں نے میری دونوں آنکھیں نکال دیں اور واقعہ میں بھی اس کی دونوں آنکھیں نکلی ہوئی ہوں۔ تو اس وقت اس کے متعلق کوئی رائے قائم نہ کرو۔ جب تک دوسرے کی بات نہ سن لو۔ کیا خبر ہے کہ اس نے خود پہل کی ہو اور اس نے اس سے پہلے چار آنکھیں نکال دی ہوں (در منثور)

بقیہ شذرات

صفحہ ۲ سے آگے

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ حضرت قبلہ کو جلد از جلد صحت عطا فرمائے۔ اور آپ کے جملہ متوسلین کو آپ کے روحانی فیوضات سے کما حقہٗ مستفیض و مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

شہدائے بالاکوٹ کی یادگار کیلئے امداد کی اپیل

سلطنت مغلیہ کا انحطاط ہندی مسلمانوں کے لئے بہت زبوں حالی کا دور لایا۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ مسلمان اس قدر قعر ذلت میں گر چکے تھے کہ انہیں معمولی اسامیوں کے لئے بھی نااہل تصور کیا جاتا تھا۔ دشمنانِ اسلام نے ہند میں سپین کا سا ڈرامہ کھیلنے کی تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔ ایسی حالت میں جبکہ ہر طرف یاس و ناامیدی کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں اور مسلمانوں کی سیاسی عظمت کا آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ یہی نہیں بلکہ خود مذہب اسلام میں اس قدر جاہلانہ اور مشرکانہ رسوم و توہمات داخل ہو گئے تھے کہ اس کی شکل ہی مسخ ہو گئی تھی۔ عین اس وقت وسط ہند سے دو بطل حریت اُٹھے اور اپنی بے سروسامانی کے باوجود مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو اس طور پر تھاما کہ اس ملک میں اس کے مدِ مقابل کوئی مثال نہیں رکھی جا سکتی۔ اسلام کی خاطر انہوں نے کس قدر مصائب و مشکلات کا سامنا کیا۔ اس کا تصور ہی رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ لیکن مقام افسوس ہے کہ ان جلیل القدر ہستیوں کی تحریک سے جو اسلام کو بدعات سے پاک وصاف کر کے دنیا میں ایک صحیح حکومت الٰہیہ قائم کرنا چاہتے تھے۔ پاکستان کے بیشتر مسلمان روشناس ہونا تو درکنار ان کے ناموں سے بھی ناآشنا ہیں۔ اور تو اور پاکستان کے قیام کے بارہ میں آج تک جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں ان کی سعی کا کوئی تذکرہ بھی نہیں ملتا۔ حالانکہ قیام پاکستان کی سب سے پہلی مقدس جنگ آزادی ان ہی ارفع شخصیتوں نے لڑی۔ میرا مدعا حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ سے ہے ؎

ہندیان خفتہ را بیدار کرد
بندگانِ نفس را احرار کرد
خون خود را در کوہسار ریخت
لیک بیخ حریت در ہند بیخت

آج دنیا بھر کے ممالک اپنے عوام کے خون کو گرمانے کے لئے اپنے اپنے قائدین کی یاد میں کتب خانے دارالعلوم شفاخانے اور طرح طرح کی دیگر یادگاریں قائم کر رہے ہیں۔ مقام ندامت ہے کہ مسلمان ان دو شخصیتوں کو طاق نسیان میں رکھ چکے ہیں۔ اسی جذبہ کے تحت اکتوبر ۱۹۵۸ء میں مشہد بالاکوٹ میں سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی یادگار میں ایک اسلامی دارالعلوم کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ جس کا نام ان کی تحریک محمدی کے پیش نظر دارالعلوم محمدیہ رکھا گیا۔ مگر باوجود اس کوشش کے کہ یہ ملک میں اپنی نوعیت کا واحد عظیم اسلامی ادارہ ہو۔ مالی مشکلات ہمارے لائحہ عمل میں ہمیشہ سے روڑے اٹکاتی رہی ہیں۔ مسلمانان پاکستان سے اپیل ہے کہ ماہ رجب میں اپنی استطاعت کے مطابق دارالعلوم کی مالی امداد فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

قاضی محمد یونس بانی و ناظم اعلےٰ دارالعلوم محمدیہ بالاکوٹ ہزارہ

فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا